ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

14

www.tanzeem.org

16تا22 رجب المرجب 1439ھ/3تا9 اپریل 2018ء

ایمان اور اُمید

مومن کو جن ذرائع سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے اِن میں سے ایک کا نام امید ہے۔ یہ وہ احساس ہے جو زندگی کی شب تاریک کو منور کرتا ہے اور زندگی کی خوفناک اور پُر پیچ گزر گاہوں میں انسان کو عمل کی صاف سیدھی شاہراہ دکھاتا ہے۔ شجرِ زندگی کو اِس سے بالیدگی ملتی ہے۔ تمدن کا عظیم الشان قلعہ اپنی تعمیر کے لیے اس کا مرہونِ منت ہے اور اسی کی بدولت سعادت وخوش بختی کا مزہ قائم رہتا ہے۔

امید انسان میں عمل کا داعیہ پیدا کرتی ہے اور مداومتِ عمل پر اسے ابھارتی ہے۔ کاہل کو چُست اور چُست کو اور زیادہ سرگرم عمل بنا دینا اِس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کسان کو جو چیز دِن رات کھیت میں خون پسینہ ایک کرنے پر مجبور کرتی ہے وہ اچھی فصل کی امید ہے۔ تاجر خطرناک سفر اختیار کرتا ہے تو نفع کی امید پر۔ طالب علم کبھی محنت نہ کرتا اگر اسے کامیابی کی امید نہ ہوتی۔ ایک سپاہی اگر شجاعت و جوانمردی کا بھرپور مظاہرہ کرتا ہے تو اِس کا محرک فتح وظفر مندی کی امید کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے۔ مریض کڑوی کسیلی دوائیں خوشی خوشی کھالیتا ہے تو اِس کی وجہ بھی صحت یاب ہونے کی امید ہے۔ ٹھیک اِسی طرح ایک بندۂ مومن اگر خواہشِ نفس کی مخالفت اور اپنے پروردگار کی ہر حالت میں اطاعت کرتا ہے تو اِس عمل کے پیچھے بھی یہ امید ہی کارفرما ہوتی ہے کہ اِسے اپنے پروردگار کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی' اور وہ اِس کے انعاماتِ فراواں کا مستحق ٹھہرے گا۔

جس طرح یاس اور کفر لازم وملزوم ہیں اسی طرح اُمید اور ایمان بھی متلازم ہیں' چنانچہ ایک ایماندار سب سے زیادہ پُر امید ہوتا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان نام ہی اُس اعلیٰ اور عظیم طاقت کو تسلیم کرنے کا ہے جو اس کائنات کا انتظام کر رہی ہے' جس سے کوئی چیز مخفی نہیں اور جو کسی کام سے عاجز نہیں۔ ایسی ہستی کو ماننے والا' جو ہر مجبور ومضطر کی پکار سنتی ہے' جواب دیتی اور اس کی مصیبت کو دور کرنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے' نا امید کیسے ہوسکتا ہے۔

علامہ یوسف القرضاوی

اس شمارے میں

ایسے ہوتے ہیں قاضی اور ایسے ہوتے ہیں حکمران

اللہ کے ہاں نیک کون؟

مطالعۂ کلام اقبال (64)

نظریۂ پاکستان کے خلاف سازش اور تنظیم اسلامی کا جواب

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی ......

بچوں کے لیے جنسی تعلیم یا ''دینی تعلیم'' ......

بری فوج کے سربراہ کا تعلیمی ویژن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوف

الھدیٰ (797)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ طٰہٰ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 67 تا 0

فَاَوۡجَسَ فِیۡ نَفۡسِہٖ خِیۡفَۃً مُّوۡسٰی ﴿۶۷﴾ قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی ﴿۶۸﴾ وَ اَلۡقِ مَا فِیۡ یَمِیۡنِکَ تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوۡا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوۡا کَیۡدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا یُفۡلِحُ السَّاحِرُ حَیۡثُ اَتٰی ﴿۶۹﴾ فَاُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ سُجَّدًا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ ہٰرُوۡنَ وَ مُوۡسٰی ﴿۷۰﴾

آیت ۶۷ ﴿فَاَوۡجَسَ فِیۡ نَفۡسِہٖ خِیۡفَۃً مُّوۡسٰی ﴿۶۷﴾﴾ ”تو موسیٰؑ نے اپنے جی میں کچھ ڈر محسوس کیا۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ خوف لاحق ہوا کہ جو معجزہ میرے پاس ہے اسی نوعیت کی چیز تو جادوگروں نے بھی دکھا دی ہے۔ چنانچہ اب یہ سارے تماشائی تالیاں پیٹیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام کو شکست ہو گئی اور وہ جو عظیم الشان مشن اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہے اس کا کیا بنے گا؟

آیت ۶۸ ﴿قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰی ﴿۶۸﴾﴾ ”ہم نے فرمایا کہ ڈرو نہیں‘ یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔“

آیت ۶۹ ﴿وَ اَلۡقِ مَا فِیۡ یَمِیۡنِکَ تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوۡا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوۡا کَیۡدُ سٰحِرٍ ؕ﴾ ”اب تم ذرا پھینکو اس (عصا) کو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے‘ یہ نگل جائے گا اس سب کو جو کچھ انہوں نے بنایا ہے۔ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے یہ تو بس ایک فریب ہے جادوگر کا۔“

یعنی یہ جو کچھ میدان میں سانپوں کی صورت میں نظر آ رہا ہے اس کی حقیقت کچھ نہیں‘ محض نظر کا دھوکا ہے۔ عرفِ عام میں اس کیفیت کو ”نظر بندی“ کہا جاتا ہے۔

﴿وَ لَا یُفۡلِحُ السَّاحِرُ حَیۡثُ اَتٰی ﴿۶۹﴾﴾ ”اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوا کرتا‘ چاہے کہیں سے بھی آئے۔“

آیت ۷۰ ﴿فَاُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ سُجَّدًا﴾ ”پس گرا دیے گئے جادوگر سجدے میں“

اس نکتے کی وضاحت سورۃ الاعراف کے مطالعہ کے دوران کی جا چکی ہے کہ آخر کیا وجہ تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح کے بعد جادوگر تو سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گئے‘ لیکن دوسری طرف نہ فرعون پر اس کا کچھ اثر ہوا اور نہ ہی اس کے درباریوں سمیت دوسرے لوگوں پر۔ دراصل فرعون اور اس کے درباریوں نے تو یہی سمجھا کہ یہ جادوگروں کا آپس میں مقابلہ تھا جس میں بڑے جادوگر نے چھوٹے جادوگروں کو مات دے دی۔ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل جادوگر جو اپنے فن کے ماہر تھے وہ اپنے کمالِ فن کی انتہا سے بھی آگاہ تھے اور اس کی حدود (limits) سے بھی خوب واقف تھے۔ جیسے آج ایک طبیعیات دان (Physicist) خوب جانتا ہے کہ فزکس کے میدان میں اب تک کیا کیا ایجادات ہو چکی ہیں اور اس کے کمالات کی رسائی کہاں تک ہے۔ چنانچہ جادوگروں پر یہ حقیقت منکشف ہونے میں ذرا بھی دیر نہ لگی کہ نہ تو ان کے مدمقابل شخصیت کوئی جادوگر ہے اور نہ ہی یہ اژدھا کسی جادوئی کرشمے کا کمال ہے! چنانچہ وہ بغیر حیل و حجت سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو گئے اور:

﴿قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ ہٰرُوۡنَ وَ مُوۡسٰی ﴿۷۰﴾﴾ ”وہ پکار اٹھے کہ ہم ایمان لے آئے ہارونؑ اور موسیٰؑ کے رب پر۔“

فرمان نبویؐ

ذکر کی اہمیت اور فضیلت

عَنۡ مُعَاذٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ اَخَذَ بِیَدِہٖ، وَقَالَ: : ((یَا مُعَاذُ، وَاللّٰہِ اِنِّیۡ لَاُحِبُّکَ فَقَالَ: اُوۡصِیۡکَ یَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِیۡ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ تَقُوۡلُ: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیۡ عَلٰی ذِکۡرِکَ، وَشُکۡرِکَ، وَحُسۡنِ عِبَادَتِکَ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر فرمایا: ”اے معاذ! اللہ کی قسم! مجھے تجھ سے محبت ہے! اور تم کو اسی جذبہ کے ساتھ ہدایت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنی ترک نہ کرنا۔ اللھم اعنی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتك، (اے اللہ تو اپنے ذکر، اپنے شکر، اور حسن و خوبی کے ساتھ اپنی عبادت ادا کرنے میں میری مدد فرما)“۔

تشریح: اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ کا بہت ذکر کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ذکر کی ایک صورت دعا ہے، جو عبادت کا مغز بلکہ سراسر عبادت ہے۔ فرض نماز کے بعد دعا کو شرف قبولیت حاصل ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو دعا کے یہ الفاظ سکھائے جن میں اللہ تعالیٰ سے ذکر، شکر اور حسنِ عبادت کی توفیق مانگی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ذکر، شکر اور حسنِ عبادت کی توفیق عطا کرے۔ آمین

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

16 تا 22 رجب المرجب 1439ھ — جلد 27
03 تا 09 اپریل 2018ء — شمارہ 14

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دارالاسلام''، ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادار یہ

ایوب بیگ مرزا

ایسے ہوتے ہیں قاضی اور ایسے ہوتے ہیں حکمران

پاکستان معرضِ وجود میں آیا اور ابھی اس کا ذکر نوزائیدہ ریاست کے نام سے ہوتا تھا۔ وزیر اعظم لیاقت علی خان نے اعلیٰ حکومتی عہدہ داروں کو رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ اہم سیاسی شخصیات، سول اور فوجی بیوروکریسی بشمول عسکری قیادت مدعوئین میں شامل تھے۔ عدالت عظمیٰ کے چیف جسٹس سر عبدالرشید کو بھی دعوت نامہ موصول ہوا۔ آپ نے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو بذریعہ خط مطلع کیا کہ چونکہ حکومت کے خلاف ایک مقدمہ اُن کی عدالت میں زیر سماعت ہے، لہٰذا وہ معذرت خواہ ہیں وہ اس دعوت میں شریک نہیں ہوسکتے۔ خیال رہے کہ یہ ایک عمومی فنکشن تھا اور چیف جسٹس کی عدالت میں زیر سماعت کیس حکومت کے خلاف تھا، کسی حکومتی شخصیت کے خلاف نہیں تھا، لیکن پھر بھی اُس وقت کے چیف جسٹس نے حکومتی سربراہ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ہمیں یہ تاریخی واقعہ اس خبر پر یاد آیا کہ موجودہ وزیر اعظم پاکستان شاہد خاقان عباسی نے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ثاقب نثار سے بغیر کسی طے شدہ ایجنڈے کے ملاقات کی ہے اور یہ ملاقات ایسے وقت میں ہوئی جب کہ میاں نواز شریف کو ذاتی معاملات کے حوالے سے عدالتوں میں کئی مقدمات کا سامنا ہے۔ اور وزیر اعظم پاکستان محترم عباسی صاحب نواز شریف کو اپنے دل کا وزیر اعظم اور حقیقی وزیر اعظم قرار دیتے ہیں اور اعلانیہ طور پر انہیں اپنا قائد قرار دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جدید جمہوری دور میں دنیا بھر میں عدلیہ نے جو روایات اپنائی ہیں اُن کے مطابق جج خصوصاً اعلیٰ عدالت کا جج معاشرتی لحاظ سے تنہا ہو جاتا ہے۔ وہ کافی حد تک معاشرے سے کٹ کر زندگی گزارتا ہے۔ اس لیے کہ اجتماعی زندگی میں جب میل جول بڑھتا ہے لوگوں کے درمیان تعلقات اُستوار ہوتے ہیں، مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں تو ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں۔ تعلقات کی یہ گرم جوشی اور ذہنی تاثر ججوں کے فیصلوں پر اثر انداز ہوسکتا ہے۔ بعض جج حضرات کے بارے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ اگر وہ کوئی سیاسی مقدمہ سن رہے ہوں یا اُن کی عدالت میں کسی ایسے مقدمے کی سماعت ہو رہی ہو جس کا میڈیا میں بڑا چرچا ہو تو وہ اس وقت کے لیے اخبار پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں تاکہ کسی نوعیت کا پروپیگنڈا اُن کے فیصلے پر اثر انداز نہ ہو جائے۔

وطن عزیز نے جمہوریت کے حوالے سے بڑے نئے نئے ریکارڈ قائم کیے۔ عدالت میں اپنے سیاسی قائد کے خلاف کرپشن کے مقدمات کی موجودگی میں وزیر اعظم عباسی کا چیف جسٹس سے ملنا انتہائی افسوسناک ہے۔ معلوم ہوتا ہے ہماری سیاسی ایلیٹ اپنے سیاسی اور دُنیوی مقاصد کے حصول کے لیے ذہنی طور پر عدم توازن کا شکار ہوگئی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ دنیا میں سربراہ حکومت اور عدلیہ کے سربراہ کی ملاقات نہیں ہوتی لیکن اُس کے لیے کافی عرصہ پہلے ایک شیڈول طے ہوتا ہے ایک ایجنڈا موجود ہوتا

ہے پھر یہ ملاقات ون ٹو ون نہیں ہوتی۔ کسی ذاتی معاملے کے زیر بحث آنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جنگ عظیم دوئم کے دوران وزیراعظم چرچل لندن کی اعلیٰ عدالت میں بلا اطلاع جا پہنچے اُنہیں انتظار گاہ میں بٹھایا گیا۔ جب چیف جسٹس آئے تو چرچل نے کھڑے کھڑے یہ کہا: می لارڈ میں صرف یہ پوچھنے حاضر ہوا ہوں کہ کیا ہماری عدالتیں عوام کو انصاف مہیا کر رہی ہیں؟ جس پر چیف جسٹس نے کہا یقیناً کر رہی ہیں۔ اس پر چرچل نے باہر نکلتے ہوئے کہا تو پھر ہم یقیناً جنگ جیت جائیں گے۔ جس ملک کی عدالتیں عوام کو انصاف مہیا کر رہی ہوں، وہ ملک کبھی جنگ نہیں ہار سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ چرچل کی اس انوکھی ادا کو برطانیہ کی تاریخ میں جگہ دی گئی۔ گویا یہ ایک انہونی تھی، جو ہوئی۔ پاکستان کی ستر سالہ تاریخ میں بھی کوئی اس نوعیت کی ملاقات ثابت نہیں ہوئی۔ بہرحال وزیراعظم نے جو غلط کیا' سو کیا' چیف جسٹس کا بھی ملاقات کے لیے آمادہ ہو جانا' ہرگز ہرگز درست نہیں تھا۔ یہ درست ہوگا کہ انہوں نے ملاقات کے لیے وزیراعظم ہاؤس جانے سے انکار کیا لیکن اُنہیں کسی صورت میں ون ٹو ون ملاقات کرنا نہیں چاہیے تھی۔ میزبانی یا وضع داری کا سوال نہیں۔ چیف جسٹس کے منصب اور ذمہ داریوں کا تقاضا تھا کہ وہ یہ کہہ کر انکار کرتے کہ یہ جمہوری روایت اور عدل کے تقاضے کے خلاف ہے کہ میں آپ سے ایسے وقت میں ون ٹو ون ملاقات کروں جبکہ آپ کے قائد اور سرپرست کے ذاتی نوعیت کے بہت سے مقدمات عدالتوں میں چل رہے ہیں۔ آپ کو کوئی مسئلہ ہے' آپ عدالت میں رٹ لائیے۔ میں انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بغیر کسی تعصب کے سنوں گا اور ہرگز ان باتوں اور الزامات کو اپنے فیصلے پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا جو آپ کے قائد عدالتوں پر اور براہ راست مجھ پر لگا رہے ہیں۔ میں ذاتی حملوں سے درگزر کر سکتا ہوں لیکن جمہوری اقدار اور عدلیہ کی قائم کردہ اعلیٰ روایات سے انحراف نہیں کر سکتا۔ اُنہیں صاف کہہ دینا چاہیے تھا کہ مجھے افسوس ہے میں آپ کی میزبانی کرنے سے قاصر ہوں۔ لیکن شاید ہمارے ہاں اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز حضرات کو بھی میڈیا میں ہر صورت رہنے کا شوق ہے۔ ملک کے حالات مکمل طور پر نارمل ہوتے، کسی سطح پر کوئی تناؤ کوئی کھچاؤ، کوئی کشیدگی نہ ہوتی' تب بھی طے شدہ شیڈول اور کسی باقاعدہ ایجنڈے کے بغیر ون ٹو ون ملاقات ہضم کر لینا آسان نہ تھا۔ ہم برملا اعلان کرتے ہیں کہ ہمیں وزیراعظم عباسی سے زیادہ چیف جسٹس سے شکایت ہے۔ پھر یہ کہ اس سے دونوں اداروں یعنی انتظامیہ اور عدلیہ کا وقار مجروح ہوا ہے۔ کوئی بھی دو ادارے باہم مذاکرات کریں اور کچھ دو کچھ لو کو اصول بنا کر مفاہمت کریں تو بات پھر بھی کچھ سمجھ آتی ہے۔ عدلیہ سے کوئی بھی ادارہ کیا مذاکرات کرے گا اور کیا لین دین کرے گا' کیا عدلیہ کو کچھ دے کر اُنہیں قانون اور آئین سے ہٹ کر فیصلہ کرنے کا کہا جائے گا۔ کوئی جوڈیشل ریفارمز اگر مطلوب تھیں تو کیا وہ پانچ سال گزار کر یاد آئیں اور اب دو ماہ سے بھی کم عرصہ میں جو حکومت کے پاس ہے کیا ہو سکے گا۔ پھر یہ کہ اب اگر میاں نواز شریف کی کسی درخواست کو سپریم کورٹ جائز قرار دیتے ہوئے اُنہیں ریلیف دے گا تو کیا کچھ نہیں کہا جائے گا۔ خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنے گا۔ ہماری رائے میں اس ملاقات سے دونوں ادارے زخمی ہوئے ہیں، دونوں نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے۔ گزشتہ آٹھ دس دن سے میاں نواز شریف کے جارحانہ انداز میں دھیما پن آیا تھا۔ کیا وہ اس ملاقات کی تیاری کا حصہ تھا اور اب اگر وہ دوبارہ جارحانہ انداز اختیار کرتے ہیں تو کہا جائے گا کہ جوڈیشل این آر او نہیں ہو سکا اور اگر خاموشی اختیار کریں گے تو بولنے والوں کی زبان کون بند کرے گا کہ مُک مکا ہو گیا۔ ہماری قیادتیں کوئی قدم اٹھانے سے پہلے نتائج پر کیوں غور نہیں کرتیں۔ کوئی مشرف کسی چیف جسٹس کو برطرف کر دیتا ہے اور کوئی آرمی چیف جلسے اور جلوس دیکھ کر اسی چیف جسٹس کو بحال کر دیتا ہے۔ اور یہ رویہ داخلی اور اندرونی ملکی معاملات تک محدود نہیں۔ بیرونی اور خارجی معاملات میں بھی ہم بے تکے فیصلے کرتے ہیں۔ کبھی ہماری سیاسی قیادت راجیو گاندھی کی پاکستان آمد پر ان کے راستے سے کشمیر کے حوالے سے بورڈ اتار دیتی ہے اور کبھی ہماری عسکری قیادت کارگل کر دیتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحیح رہنمائی کے لیے ہمیں اسلامی تاریخ کی ورق گردانی کرنا ہوگی ایک قاضی قانون کے مطابق گواہ دستیاب نہ ہونے پر وقت کے خلیفہ کے خلاف فیصلہ دیتا ہے تو خلیفہ کوئی واویلا نہیں کرتا اور صدقِ دل سے فیصلے کو قبول کر لیتا ہے اور جب قاضی ایک خلیفہ کو عدالت میں نشست فراہم کرتا ہے تو خلیفہ پکار اٹھتا ہے کہ تم نے کارروائی کے آغاز میں ہی ناانصافی کر دی مجھے نشست آفر کی ہے لیکن میرے حریف کو نہیں دی ایسے ہوتے ہیں قاضی اور ایسے ہوتے ہیں حکمران، اللہ ہمیں اپنے اسلاف کی تقلید کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العالمین

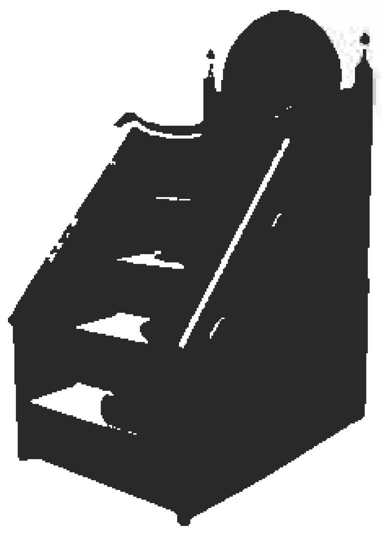

اللہ کے ہاں نیک کون؟

(آیۃ البر کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 23 مارچ 2018ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابوابراہیم

محترم قارئین! گزشتہ جمعہ سے ہم نے قرآن مجید کے منتخب نصاب کے مطالعہ کا آغاز کیا تھا۔ اب ان شاء اللہ ہم منتخب نصاب کی ترتیب سے ہی آگے بڑھیں گے۔ منتخب نصاب کے مطالعہ کی ضرورت واہمیت اس لیے بہت زیادہ ہے کیونکہ آج بدقسمتی سے ہم مسلمان خود قرآن کے اصل پیغام کو بھولے ہوئے ہیں۔ اس وقت ہمارا بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم پیدائشی مسلمان ہیں لیکن بدقسمتی سے نہ تو ہماری تعلیم اسلامی بنیادوں پر استوار ہے اور نہ ہی دینی تربیت کا کوئی اہتمام ہمارے ہاں موجود ہے۔ صرف پاکستان کو ہی سامنے رکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم کیا کچھ کر رہے ہیں۔ ہمارے ہاں قرآن مجید کا مقام کیا رہ گیا ہے۔ بقول اقبال ؎

بآیاتش ترا کارے جزایں نیست
کہ از یٰسین اُو آساں بمیری!

یعنی اے مسلماں! تجھے قرآن کی آیات سے کوئی سروکار نہیں ہے سوائے اس کے کہ مرتے ہوئے شخص کو قرآن کھول کر سورۃ یٰسین سنا دی جائے تاکہ وہ آسانی سے مرجائے۔ یہ اقبال کا پوری قوم کے لیے مرثیہ ہے۔ میں اس میں مزید اضافہ کرتا ہوں کہ ہم نے اسی رخ پر مزید قدم آگے بڑھایا ہے کہ زندوں کے لیے قرآن میں کچھ نہیں ہے لہٰذا جہاں مرتے ہوئے شخص کو یٰسین سنا کر مرنے میں آسانی پیدا کی جائے وہاں مرنے کے بعد اُسے بخشوانے کے لیے قرآن خوانی بھی کروالی جائے۔ حالانکہ قرآن پوری نوع انسانی کے لیے الھدیٰ بن کر آیا تھا۔ یعنی ویسے تو یہ پوری نوع انسانی کے لیے کامل ہدایت وراہنمائی کا ذریعہ ہے لیکن خاص طور پر مسلمانوں کے لیے اس میں خاص راہنمائی ہے کہ زندگی کے اس امتحان میں کامیاب کیسے ہونا ہے۔ لیکن ہم نے اس ''الھدیٰ'' اور کامل گائیڈنس کو لپیٹ کر ایک طرف رکھ دیا ہے۔ اس سے ہمیں کوئی سروکار ہی نہیں۔ ہمارے نصاب تعلیم میں اس کا کوئی حصہ نہیں بلکہ جو مدارس کسی قدر قرآن کی تعلیم دے بھی رہے ہیں انہیں حکومت کی طرف کوئی سبسڈی نہیں مل رہی بلکہ اُلٹا ہم مدارس کے لوگوں کو مطعون کرتے رہتے ہیں اور انہیں ہم ایسی نگاہ سے دیکھتے ہیں جیسے یہ کسی اور سیارے کی مخلوق ہیں۔ چنانچہ دینی تعلیم کے حوالے سے اگر کوئی بہت بڑا تیر مار بھی لیا تو حافظ صاحب کو گھر بلا کر بچے کو ناظرہ قرآن پڑھا دیا۔ اب اگر وہ قرآن پڑھ بھی لے گا تو اُسے قرآن کے اصل پیغام کا ہی پتا نہیں ہوگا کہ قرآن چاہتا کیا ہے۔ جبکہ ہمارے قائدین کا حال یہ ہے کہ وہ سورۃ الاخلاص بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے لیکن پاکستان اور قوم کی تقدیر ان کے ہاتھوں میں ہے۔ بہرحال ایک مسلمان کی حیثیت سے ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں اور قرآن اس حوالے سے ہمیں کیا راہنمائی دیتا ہے ہمیں کوئی علم نہیں۔ چنانچہ ویسے تو قرآن پوری نوع انسانی کے لیے ہدایت اور راہنمائی ہے لیکن خاص طور پر مسلمانوں کے لیے خصوصی راہنمائی کے ساتھ ساتھ ان کے کچھ حقوق وفرائض بیان ہوئے ہیں۔ لہٰذا بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے مناسب سمجھا کہ قرآن کے وہ حصے جن میں خاص طور پر مسلمانوں کے لیے راہنمائی موجود ہے ان پر مشتمل ایک منتخب نصاب ترتیب دیا جائے تاکہ مسلمانوں کو ان کی اصل ذمہ داریاں سمجھ میں آجائیں۔ اس منتخب نصاب کا حجم تقریباً ڈیڑھ پارے پر مشتمل ہے۔ یہ اگر ہم سمجھ کر پڑھ لیں تو ہمیں اپنی دینی ذمہ داریاں سمجھ میں آجائیں گی کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ اس کا پہلا درس سورۃ العصر ہے کیونکہ وہ واقعتاً پورے قرآن مجید کی دعوت کا خلاصہ ہے۔ یعنی پورے قرآن کے پیغام کی اصل روح اس کے اندر موجود ہے۔

منتخب نصاب کا اگلا درس آیۃ البر ہے جو سورۃ البقرۃ کی ایک طویل آیت ہے۔ اس میں نیکی کی حقیقت بیان ہوئی ہے۔ لیکن اسی تناظر میں ساری بات ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ دین کیا ہے اور ہم سے کیا چاہتا ہے؟

دیکھئے! انسان اور حیوان میں جہاں اور بھی بہت سارے فرق ہیں وہاں ایک بنیادی فرق یہ بھی ہے کہ انسان نیکی اور بدی کی پہچان رکھتا ہے جبکہ حیوان اس صلاحیت سے محروم ہیں۔ اگرچہ آج کل مغرب زدہ ذہنیت ڈاروزم کے تحت انسانوں کو حیوانوں سے equate کرنے کو زیادہ پسند کر رہی ہے اور اس کا نتیجہ بھی حیوانیت، فتنہ، ہلاکت و بربادی کی صورت میں نکل رہا ہے۔ لیکن بنیادی طور پر اللہ نے انسانوں کو اضافی صلاحیت دی ہے کہ وہ نیکی اور بدی کا تصور رکھتا ہے۔ جبکہ حیوان صرف جبلت پر زندگی گزارتا ہے۔ ایک ماں چاہے وہ بلی ہو یا کوئی اور جانور وہ ایک خاص وقت تک اپنی اولاد کی نگہداشت کرتی ہے، اُسے خوراک فراہم کرتی ہے۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسانوں میں نیکی کا تصور ذرا الگ انداز میں پایا جاتا ہے۔ کسی انسان کے مطابق اصل نیکی نماز، روزہ اور حج وغیرہ ہیں جبکہ کسی کے مطابق اصل نیکی خدمت خلق ہے۔ کوئی کہے گا کہ اصل نیکی وعدہ پورا کرنا ہے۔ پھر ایک انسان کی مجبوری یہ بھی ہے کہ وہ چاہے کتنے

ہی غلط کام کیوں نہ کر رہا ہو لیکن پھر بھی اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے کسی نہ کسی نیکی کا اہتمام کرتا ہے۔ کاروباری طبقات میں عام روش یہ ہے کہ حلال وحرام کی کوئی پرواہ نہیں، سود بھی چل رہا ہے لیکن اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لیے حج وعمرہ کریں گے۔ اسی طرح سیاسی لوگ قوم کے ساتھ بے وفائی اور غداری کریں گے، اپنے عہدوں کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے ملک وقوم کو لوٹ کر کھائیں گے لیکن اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے نیکی کا کوئی نہ کوئی تصور ان کے ہاں بھی مل جائے گا جیسے کوئی کسی بزرگ کی درگاہ پر جا کر چادر چڑھاتا ہے، کوئی رمضان میں افطاری کرواتا ہے۔ والد محترمؒ فرمایا کرتے تھے کہ پیشہ ور خواتین (طوائف) بھی اپنے اعتبار سے کوئی نہ کوئی نیکی کا اہتمام کر رہی ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعی سچے نیک لوگ بھی دنیا میں موجود ہوتے ہیں جو ہر لحاظ سے دین کے ساتھ بڑے committed ہوتے ہیں۔ بقول اقبال۔

خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو

لیکن زیادہ تر آج ایسے ہی لوگ دنیا میں پائے جاتے ہیں جو دین کے ساتھ بے وفائی کے مرتکب بھی ہو رہے ہیں اس کے باوجود بھی نیکی کا کوئی نہ کوئی تصور وہ رکھتے ہیں۔ گویا دین خود ساختہ مفہوم ان کے ہاں بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن اصل نیکی کیا ہے۔ کس کا تصور نیکی صحیح ہے کس کا غلط ہے۔ اس کی وضاحت ہمیں قرآن سے ملتی ہے۔ قرآن مجید نے پوری وضاحت سے ہمیں راہنمائی عطا کی ہے اور اسی لیے اس آیت کا نام ہی آیۃ البر ہے۔

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ حضور ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں آپؐ کو ایک مشکل پیش آئی اور وہ تھی قبلہ کے حوالے سے۔ جب آپ ﷺ مکہ میں تھے تو وہاں بیت اللہ موجود تھا۔ جیسے قرآن نے کہا: ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ﴾ "یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا (اللہ کی عبادت کے لیے) وہی ہے جو مکہ میں ہے" (آل عمران:96)
معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آپ مکہ میں تھے تو آپ کعبہ کی جنوبی دیوار کے سامنے کھڑے ہوتے۔ یوں آپؐ کا رُخ شمال کی طرف ہوتا، کعبہ آپؐ کے سامنے ہوتا اور اس کی سیدھ میں بیت المقدس بھی آ جاتا۔ اس طرح "استقبال القبلتین" کا اہتمام ہو جاتا۔ لیکن مدینہ میں آ کر آپؐ نے رُخ بدل دیا اور بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ یہاں "استقبال القبلتین" ممکن نہ تھا۔ اس لیے کہ یروشلم مدینہ منورہ کے شمال میں ہے، جبکہ مکہ مکرمہ جنوب میں ہے۔ اب اگر خانہ کعبہ کی طرف رخ کریں گے تو یروشلم کی طرف پیٹھ ہوگی اور یروشلم کی طرف رخ کریں گے تو کعبہ کی طرف پیٹھ ہوگی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا شروع کی۔ آپؐ نے یہ عمل اللہ کے حکم سے ہی کیا تھا۔ ایک لحاظ سے یہ آپ ﷺ کے لیے بڑا گراں بھی گزر رہا تھا۔ کیونکہ بیت اللہ آپ ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کا بنایا ہوا اس زمین پر اللہ کا پہلا گھر تھا۔ اس کے ساتھ آپؐ کی جذباتی اور روحانی وابستگی بھی تھی اور ہر اعتبار سے بیت اللہ سے محبت تھی۔ بیت اللہ میں جو 360 بت رکھے ہوئے تھے وہ حضور ﷺ کے لیے کتنے تکلیف کا باعث تھے اور آپ کی شدید خواہش تھی کہ بیت اللہ پھر مرکز توحید بن جائے۔ اس کے باوجود آنحضور ﷺ نے حکمت کے تحت اور اللہ کی دی ہوئی راہنمائی کے تحت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا شروع کی۔ سورۃ البقرۃ میں پھر تحویل قبلہ کا حکم آیا اور دو رکوع اسی موضوع پر ہیں۔ آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی اور نماز کے دوران ہی وہ آیات نازل ہوئیں۔ اسی دوران ہی حضور ﷺ نے اپنا قبلہ بدلا اسی لیے وہاں جو مسجد بنی ہے اسے مسجد قبلتین کہتے ہیں۔ لیکن اب یہود کے ہاتھ بات آ گئی۔ انہوں نے کہا کہ تمہارا کیسا دین ہے کہ کل تک تم شمال کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے اور اب جنوب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے ہو۔ تمہارا تو کوئی قبلہ ہی معین نہیں ہے۔ عام مسلمانوں میں تشویش پیدا کرنے کے لیے انہوں نے پروپیگنڈا کیا کہ اگر اب تمہارا قبلہ صحیح ہے تو پہلے

پریس ریلیز 30 مارچ 2018ء

وزیراعظم اور چیف جسٹس کی ملاقات موجودہ حالات کے تناظر میں سودمند ثابت نہ ہوگی

اس ون ٹو ون ملاقات نے بہت سے شکوک وشبہات کو جنم دیا ہے

حافظ عاکف سعید

وزیراعظم اور چیف جسٹس کی ملاقات موجودہ حالات کے تناظر میں سودمند ثابت نہ ہوگی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ عدلیہ دوسرے اداروں کی طرح مذاکرات کے ذریعے کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر کوئی سمجھوتہ نہیں کر سکتی۔ عدلیہ کو اپنے فیصلے سختی کے ساتھ آئین اور قانون کے مطابق کرنا ہوتے ہیں۔ حکومتی یا عدالتی سطح پر اب کون سی اصلاحات ممکن ہیں جبکہ حکومت کے پاس صرف دو ماہ باقی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت جبکہ وزیراعظم کے قائد اور سرپرست میاں نواز شریف کے خلاف بہت سے مقدمات زیر سماعت ہیں اس ون ٹو ون ملاقات نے بہت سے شکوک وشبہات کو جنم دیا ہے۔ جمہوریت کے دعوے داروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایسے موقع پر ون ٹو ون ملاقات غیر جمہوری اور عدالتی روایات کے خلاف ہے۔ پاکستان کے پہلے چیف جسٹس سر عبدالرشید نے تو وزیراعظم لیاقت علی خان کی دعوت صرف اس لیے مسترد کر دی تھی کہ ان کی عدالت میں حکومت کے خلاف ایک مقدمہ زیر سماعت تھا۔ جبکہ وزیراعظم کے قائد نواز شریف کی ذات کے حوالے سے کئی مقدمات عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔ ملالہ یوسفزئی کو وزیراعظم کی طرف سے شیلڈ دینے پر تبصرہ کرتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ چند سال پہلے جب اُن پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا تو اُس کی سب طرف سے مذمت کی گئی تھی لیکن وہ علاج کی غرض سے لندن گئیں اور وہاں مسلسل اسلام اور پاکستان کے خلاف بولتی رہیں۔ اسلام دشمن غیر ملکی اداروں نے اُنہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور اُنہیں بہت سے انعامات سے نوازا گیا۔ ملالہ نے اسلام اور پاکستان کے خلاف ایک کتاب لکھی۔ عالمی طاقتوں نے اُنہیں امن کا نوبل پرائز بھی دیا حالانکہ اُن کی علمی اور تحقیقی کارکردگی صفر تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ عالمی ادارے پاکستان کے صرف اُن لوگوں کو نوازتے ہیں جو اسلام دشمنی کا مظاہرہ کریں۔ پہلے عبدالسلام قادیانی کو نوبل پرائز دیا گیا۔ اور اب ملالہ یوسفزئی کو میڈیا کے ذریعے پروان چڑھایا جا رہا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

تم نے جو نمازیں پڑھیں وہ تو ضائع گئیں۔ لہٰذا تمہاری نیکی تو برباد ہوگئی۔ اسی بات کو لے کر یہود نے فتنہ کھڑا کیا اور عام مسلمانوں کے ذہنوں کو خراب کرنے کی کوشش کی۔ ایک تو صحابہ کرامؓ تھے جو حضورﷺ کے دست و بازو تھے لیکن جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے ان میں اس یہودی پروپیگنڈے سے تشویش کی لہر دوڑ گئی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی۔ سورۃ البقرۃ میں دوسرے پارے کے آغاز میں فرمایا:

''عنقریب کہیں گے لوگوں میں سے احمق اور بیوقوف لوگ' کس چیز نے پھیر دیا انہیں اس قبلے سے جس پر یہ تھے؟' کہہ دیجیے کہ اللہ ہی کے ہیں مشرق اور مغرب! 'وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔'' (البقرۃ:142)

یعنی وہ نمازیں بھی تم اللہ ہی کے حکم سے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی تھیں۔ لہٰذا وہ تمہاری نیکی ضائع نہیں گئی۔ اس لیے کہ تم نے اللہ کا حکم مانا تھا اور اب بھی اللہ ہی کا حکم ہے کہ قبلہ اول کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ لہٰذا نیکی اسی میں ہے کہ تم اللہ کا حکم مانو۔

''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو' اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ جس پر (اے نبی!) آپ پہلے تھے مگر یہ جاننے کے لیے (یہ ظاہر کرنے کے لیے) کہ کون رسولؐ کا اتباع کرتا ہے اور کون پھر جاتا ہے اُلٹے پاؤں! اور یقیناً یہ بہت بڑی بات تھی مگر ان کے لیے (دشوار نہ تھی) جن کو اللہ نے ہدایت دی۔ اور اللہ ہرگز تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انسانوں کے حق میں بہت ہی شفیق اور بہت ہی رحیم ہے۔'' (البقرۃ:143)

یہ اس پروپیگنڈے کا جواب دیا گیا۔ اسی میں تحویل قبلہ کا حکم بھی ہے۔ گویا ایک بحث چھڑ گئی تھی کہ نیکی کیا ہے، وہ نیکی تھی یا یہ نیکی ہے؟ اس تناظر میں آیۃ البر میں نیکی کی بہت جامع تعریف کی گئی۔ فرمایا:

﴿لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ج﴾ ''نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو' بلکہ نیکی تو اُس کی ہے' جو ایمان لائے اللہ پر' یومِ آخرت پر' فرشتوں پر' کتاب پر اور نبیوں پر۔''

یعنی ایک قبلہ کا اہتمام کرنا، قبلہ کی طرف رخ کرنا اگرچہ نیکی ہے لیکن یہ کل نیکی نہیں ہے۔ یہ نیکی کا ایک جز ہے۔ تم نے اللہ کا حکم مانا تو یہ نیکی ہے۔ یہ مسئلہ نہیں ہے کہ قبلہ تبدیل ہوگیا تو تمہاری ساری نیکیاں برباد ہوگئیں۔

یہاں ایک بندۂ مومن کی شخصیت کا پورا نقشہ کھینچا گیا کہ جس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ نیک ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ایک شخص کے اندر بہت ساری خامیاں ہیں اور ایک نیکی کی وجہ سے ہم کہیں کہ وہ نیک ہے۔ انسان کا پورا پیکر ایک خاص رخ پر ہوگا تو وہ اللہ کی نگاہ میں نیک ہوگا۔ یعنی اس کی سوچ، اس کا عمل، اس کا رویہ، اس کے اخلاق سب درست ہوں گے تو تب وہ اللہ کی نگاہ میں نیک ہے۔ یہ نہیں کہ نیم کے درخت کے اوپر آم کا خوشہ لٹکا کر آپ کہیں کہ یہ آم کا درخت ہوگیا۔ نیم کا درخت نیم کا ہی رہے گا چاہے آپ اس کے اوپر آموں کا گچھا لٹکالیں۔ حقیقتاً نیک وہ ہوگا جو اندر باہر سے ہر اعتبار سے نیکی کے راستے پر چل رہا ہو۔ وہ زندگی کے ہر گوشے میں واقعتاً اللہ و رسولﷺ کی مکمل اطاعت کر رہا ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ یوم آخرت پر، فرشتوں پر، تمام آسمانی کتابوں پر اور تمام انبیاء پر اس کا ایمان ہو۔ اس کے بعد نیک انسان کے اعمال یہ ہوں گے کہ وہ:

﴿وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ لا وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ج﴾ ''اور وہ خرچ کرے مال اس کی محبت کے باوجود' قرابت داروں' یتیموں' محتاجوں' مسافروں اور مانگنے والوں پر اور گردنوں کے چھڑانے میں۔''

مال کی محبت فطرتی ہے۔ لیکن نیک لوگ وہ ہیں جو اللہ، رسولوں، آسمانی کتابوں اور آخرت پر ایمان لانے کے بعد مال کی محبت کے باوجود اپنا مال لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے، ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے، ان کی مدد کرنے کے لیے خرچ کریں۔ گویا خدمت خلق کا معاملہ بھی نیکی کے حوالے سے بہت اہمیت رکھتا ہے لیکن اس سے پہلے اللہ اور اس رسولوں پر، اس کی کتابوں پر اور آخرت پر دل سے ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اس آیت میں یہ بھی وضاحت آگئی کہ مال کن لوگوں پر خرچ کرنا زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ان میں سب سے پہلے اپنے قریبی لوگ ہیں جو مستحق ہوں، اس کے بعد یتیم ہیں اور مسکین وہ لوگ ہیں جو معاشرے میں اپنا معاش کا معاملہ خود نہیں کر پا رہے۔ وہ ذہنی طور پر مفلوج ہیں یا جسمانی طور پر مفلوج ہیں، معذور ہیں، اگر وہ ضرورت مند ہیں تو وہ مسکین ہیں ان پر مال خرچ کرنا بھی نیکی ہے۔ اسی طرح جو سائلین ہیں ان کو دینا بھی نیکی ہے اور غلاموں کو آزاد کرانا بھی بہت بڑا نیکی کا کام ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ج﴾ ''اور قائم کرے نماز اور ادا کرے زکوٰۃ۔''

بحیثیت مسلمان جو بھی دینی فرائض اس کے ذمہ ہیں اُن سب کو پورا کرتا ہو

﴿وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا ج﴾ ''اور جو پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کو جب کوئی عہد کرلیں۔''

عہد کو پورا کرنا بھی نیکی کا ایک حصہ ہے اور یہ بہت اہم ہے۔

﴿وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ط﴾ ''اور خاص طور پر صبر کرنے والے فقر و فاقہ میں' تکالیف میں اور جنگ کی حالت میں۔''

یعنی اللہ کے دین کے لیے تکالیف جھیلنا، اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے، اللہ کے دین کے غلبہ وقیام کے لیے اپنا وقت، مال اور جان لگانا۔ یہ سب نیک آدمی کے اوصاف ہیں۔

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ط﴾ ''یہ ہیں وہ لوگ جو سچے ہیں۔''

﴿وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (177)﴾ ''اور یہی حقیقت میں متقی ہیں۔''

یعنی اگر یہ کہا جائے کہ یہی لوگ نیک ہیں تو واقعتاً یہ سچ ہے۔ یہی لوگ متقی ہیں۔ یعنی اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور متقین ہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن میں بار بار کہا گیا ہے کہ جنت میں وہی جائیں گے جو متقی ہوں گے۔

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا (31)﴾ (النباء) ''یقیناً اہل تقویٰ کے لیے کامیابی ہوگی۔''

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَھَرٍ (54)﴾ (القمر) ''یقیناً متقین باغات اور نہروں (کے ماحول) میں ہوں گے۔''

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ (15)﴾ (ذاریات) ''یقیناً اہل تقویٰ باغات اور چشموں کے اندر ہوں گے۔''

چنانچہ حقیقی طور پر نیک آدمی وہ ہے جس میں یہ تمام اوصاف پائے جائیں جو اس آیت میں بیان ہوئے ہیں۔ آئندہ جمعہ کو اسی آیت کی مزید تشریح بیان کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں نیک آدمی بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

حرفے چند با اُمّتِ عربیہ 4 عالمِ عرب سے چند گزارشات

11	تیغِ ایوبی ، نگاہِ بایزید	گنجہائے ہر دو عالم را کلید

(اے عالمِ عرب) تمھیں نے لوگوں میں 'تیغِ ایوبی' ❶ اور 'نگاہِ بایزید' ❷ جیسے کردار جنم دیے یہی کردار (ہمیشہ کی طرح) آج بھی دنیا کے تمام خزانوں کے لیے کلید اور کنجی کا درجہ رکھتے ہیں

12	عقل و دل را مستی از یک جامِ مے	اختلاطِ ذکر و فکرِ رومؔ و رےؔ

عقل و مستی یا عقل و عشق والی اسلامی زندگی کے لیے اس کا صرف ایک جام (یعنی سبق) ہی کافی ہے یعنی رومی ❸ اور رازی ❹ کا ایک کردار میں جمع ہونا

13	علم و حکمت ، شرع و دین ، نظم امور	اندرونِ سینہ دل ہا نا صبور

علم و حکمت، شرع و دین اور امورِ مملکت کا انتظام کی نسبت رازی کی طرف ہے اور مسلمان کے دل میں ایمان کے ساتھ جذبہ کے لیے ایک حرکت اور اضطراب کی نسبت رومی کی طرف ہے

14	حسن عالم سوزِ الحمرا و تاج	آنکہ از قدوسیاں گیرد خراج

(عقل و مستی یعنی فکر و ذکر یا عمل و ایمان ملتے ہیں تو امور مملکت کے لیے ایسے حکمران پیدا ہوتے ہیں جو) صالح اور پاکیزہ سوچ کے مظہر فن پارے الحمرا ❺ اور تاج محل ❻ تخلیق کرتے ہیں جس کی فرشتے بھی تحسین کرتے ہیں

11۔ آپ ﷺ نے اپنے اخلاقِ حسنہ (جو عین قرآنی تعلیمات کا عکس جمیل ہیں) کے ذریعے عربوں کو 'رات کا راہب اور دن کا شاہ سوار' بنا دیا۔ انہی تعلیمات اور آپ ﷺ کے انسان دوست رویوں کا حاصل تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات اسلام کی فطری تعلیمات کا حسن ہیں۔ دور صحابہ رضی اللہ عنہم اور اس سے متصل دورِ تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں سیرت و کردار کے یہ دونوں رُخ ایک ہی شخصیت میں پائے جاتے تھے اور بعد کے اَدوار میں یہ تقسیم نظر آتی ہے کہ یہ کردار دو الگ الگ قسم کی شخصیات میں نظر آئے تاہم ان میں کوئی تصادم اور تضاد نہ تھا۔ اسی وجہ سے دنیا بھر کے خزانے اور بے مثال فتوحات حاصل ہوئیں، کیونکہ ایسے کردار ہی دنیا بھر کے خزانوں کے لیے کلید کا درجہ رکھتے ہیں۔ اے عالم عرب! تمہارے اندر آج ایسے کردار کے لوگ کیوں نہیں ہیں؟

12۔ یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ آج بھی اس طرح کے جامع کردار پیدا ہو جائیں اور اُمت مسلمہ میں بالخصوص عالم عرب میں ایوبی و بایزید یا رومی و رازی کے اَفکار کا اختلاط ہو یعنی ذکر و فکر کا اختلاط سامنے آئے تو یہی کردار قرآن کے انسان مطلوب کا کردار ہے عقل و مستی یا عقل و عشق کے فروغ اور بدرجہ کمال حصول کے لیے ایسے ہی کردار کی ضرورت ہے۔ اسلامی زندگی کے لیے اختلاطِ ذکر و فکر کا یہ ایک سبق یاد کر لینا ہی کافی ہے۔

13۔ اسلام کا پیغام یہی ہے کہ ایک طرف علم و حکمت کے میدان میں علماء و حکماء آگے بڑھیں اور تخلیقی کام کریں شرع و دین کی عصر حاضر کے محاورہ اور IDIOMS میں بات کریں تا کہ مغربی تعلیم سے آراستہ مخاطبین کے ذہنوں کو قابل قبول ہو اور اسلام کے غلبہ کی کامیاب کوشش ہو کہ کوئی نظریہ جو انسانی فطرت کے قریب ہو اور انسانی مسائل کے حل کا داعی ہو اور اس کے ماننے والے اس کو جلد دنیا میں غالب کرنے میں کامیاب نہ ہوں...... یہی سب سے بڑی عملی دلیل ہوگی اس نظریہ کی سچائی وصداقت کی۔ اس نظم امور یا جہان داری و جہانگیری کے لیے انسان کے اندر ایک بے قرار دل اور مقصد کے حصول کی تڑپ اور اضطراب کی کیفیت کا ہونا لازم ہے۔

14۔ ایسے کردار کے لوگ مل جائیں تو مسلمانوں نے جیسے ماضی میں اپنے نظریہ کے تحت جو تخلیقی فن پارے تعمیرات کی دنیا میں چھوڑے ہیں، جن کی اعلیٰ مثال الحمرا کا محل اور محبت کی نشانی تاج محل کا حسن ہے جو فرشتوں سے بھی خراجِ تحسین پاتا ہے۔

---

❶ مراد ہے فاتح ثانی بیت المقدس 1192ء حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ (1134ء-1193ء)

❷ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ مشہور صوفی بزرگ (804ء-874ء)

❸ روم سے نسبت کی وجہ سے اشارہ ہے مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف (1207ء-1273ء)

❹ 'رے' کے رہنے والے تھے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، صاحب تفسیر رازی (854ء-925ء) رے سے یائے نسبتی اور 'ز' کے اضافہ سے رازی بنا ہے۔

❺ الحمرا اندلس (سپین) کے مسلمان حاکموں نے 800 سالہ (711ء -1492ء) اقتدار میں جو عمارات بنوائیں ان میں سب سے شاندار عمارت الحمرا ہے جو آج بھی قائم ہے۔

❻ تاج محل آگرہ۔ مغل بادشاہ شاہ جہان نے اپنی بیوی کی یادگار کے طور پر تعمیر کروایا (1643ء)

تنظیم اسلامی پاکستان میں اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کی جدوجہد کر رہی ہے حقیقت میں اسلامی نظام کا قیام ہی استحکام پاکستان کا واحد اور بنیادی ذریعہ ہے: حافظ عاکف سعید

تنظیم کی سطح پر ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم لوگوں کو بتائیں کہ پاکستان اس وقت عدم استحکام سے دوچار ہے اور اس کا استحکام کس طرح ممکن ہے، اس کے لیے ہم نے استحکام پاکستان مہم شروع کی ہے: ایوب بیگ مرزا

نظریۂ پاکستان کے خلاف سازش اور تنظیم اسلامی کا جواب کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: آپ نے تنظیم اسلامی کے زیراہتمام جو استحکام پاکستان مہم شروع کی ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟

حافظ عاکف سعید: ایک بات بڑی واضح ہے کہ ہمارا ملک مسلسل بحرانوں کا شکار رہتا ہے۔ اس ملک کے غیر مستحکم ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہمارا آدھا حصہ ہم سے کٹ چکا ہے۔ اس وقت بھی یہاں آزادی کی تحریکیں چل رہی ہیں اور مزید ایسے عناصر موجود ہیں جو پاکستان کو مزید توڑنے کے درپے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم معاشی طور پر بھی کوئی مستحکم نہیں ہیں بلکہ قرضوں کی وجہ سے غیروں کی غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ قرض کی واپسی تو دور کی بات ہے ہمیں قرضوں کے سود کی ادائیگی کے لیے مزید قرضے لینے پڑتے ہیں۔ اسی طرح سیاسی اور مذہبی بنیادوں پر بھی یہاں ہم آہنگی کا فقدان ہے۔ ادارے ایک دوسرے سے تصادم کی کیفیت میں ہیں۔ یہ تمام چیزیں اس ملک کو غیر مستحکم کر رہی ہیں اور دشمن ایسے مواقع کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر ہم کسی بھی اعتبار سے دیکھیں تو پاکستان استحکام کی طرف نہیں بڑھ رہا بلکہ عدم استحکام کی وجوہات بڑھتی چلی جا رہی ہیں کیا عدم استحکام میں اسی طرح اضافہ ہوتا رہنا چاہیے؟ کیا 1971ء کی تاریخ پھر دہرائی جائی گی؟ اس حوالے سے ہماری تاریخ بہت عبرت ناک ہے جس انداز سے ہمیں اپنے ازلی دشمن سے ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ ہمیں جگانے کے لیے کافی تھا۔ اگرچہ ہم نے اس سے سبق نہیں سیکھا مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم مایوس ہو کر بیٹھ جائیں۔ بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم غور کریں کہ ہمارا ملک مستحکم کیسے ہوگا؟ ایسا ہوسکتا ہے اگر ہم قیام پاکستان کے اصل مقصد کی طرف توجہ کریں اور اس کو اپنی ترجیح اول بنائیں تو ان شاء اللہ ہم ملک کو استحکام دلا سکتے ہیں۔

سوال: کیا اپنے نظریے سے انحراف ہی اس ملک کے عدم استحکام کی اصل وجہ ہے؟

حافظ عاکف سعید: یقیناً! یہ اللہ سے کیے گئے وعدے سے انحراف کا نتیجہ ہے کہ ہم اللہ کے عذاب کی زد میں ہیں۔ ہم اپنی تدبیروں کے ذریعے اس عذاب سے

مرتب: محمد رفیق چودھری

نہیں بچ سکتے بلکہ قرآن وسنت نے جو راستہ بتایا ہے اس کو اختیار کریں گے تو پھر اس عذاب سے نکل سکیں گے۔

سوال: تنظیم اسلامی نے تین ہفتے کی مہم چلائی ہے۔ ابھی تک آپ اپنا پیغام لوگوں تک پہنچانے میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں اس مہم نے پاکستانی عوام پر کیا اثر ڈالا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: بنیادی بات یہ ہے کہ تنظیم کی سطح پر ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم لوگوں کو بتائیں کہ پاکستان اس وقت عدم استحکام سے دوچار ہے اور اس کا استحکام کس طرح ممکن ہے؟ کیونکہ لوگ غفلت میں ہیں۔ ہمارے لوگوں کی اکثریت نے اپنے اہداف صرف اپنی ذات تک محدود کیے ہوئے ہیں جو ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ یعنی ہم نہ اپنی قوم کے حوالے سے سوچتے ہیں اور نہ اپنی آخرت کے حوالے سے سوچتے ہیں بس صرف اپنی ذات تک محدود ہیں۔ ہماری اس مہم کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ جس عدم استحکام سے اس وقت پاکستان دوچار ہے یہ اگر بڑھتا چلا گیا تو پھر یہاں 71 جیسا سانحہ بھی رونما ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس وقت ہمیں یہ غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم سے کون سی غلطی ہوئی ہے، ہمیں کیا کرنا چاہیے تھا اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ حقیقت میں ہمیں کرنا یہ چاہیے تھا کہ جس مقصد کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا اس مقصد کو سامنے رکھ کر ہم آگے بڑھتے اور اس حوالے سے لوگوں کے ذہن کو کلیئر کیا جاتا۔ ہم نظریۂ پاکستان کو سامنے رکھ کر اپنے نصاب تعلیم کو مرتب کرتے اور لوگوں کو بتایا جاتا کہ ہم کس طرح اسلام کے راستے پر چل کر اپنی ریاست کو مستحکم کر سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قیام پاکستان کے بعد پہلا سال مشکل تھا کیونکہ اس میں مہاجرین کے مسائل تھے۔ لیکن اس کے بعد تو یہ دیکھنا چاہیے تھا کہ پاکستان کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی بنیاد کیا ہونی چاہیے، کیونکہ معمار پاکستان قائداعظم ہمیں اس حوالے سے صاف اور واضح لائن دے گئے تھے۔ جہاں تک ہماری مہم کی کارگزاری کا سوال ہے تو ہم نے اپنی کوشش کرنی ہے۔ اس حوالے سے کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی لیکن جن جگہوں سے ہمیں جواب ملا ہے اس کے مطابق لوگوں نے ہماری اس کوشش کو سراہا ہے۔ یعنی کم از کم لوگوں کے سامنے یہ بات آئی ہے کہ یہ کام کرنے والا ہے اور اس طرح سوچنے کی ضرورت ہے۔ بہرحال یہ ملک 22 کروڑ کی آبادی پر مشتمل ہے۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ ہم اس ملک کے کونے کونے میں یہ بات پہنچانے میں کامیاب ہوگئے لیکن پھر بھی بڑے پیمانے پر خاص طور پر شہروں میں ہم نے پیغام پہنچایا ہے۔

سوال: آپ صرف تین ہفتے کے لیے یہ مہم چلا رہے ہیں حالانکہ قیام پاکستان کے فوراً بعد اسلام اور نظریہ پاکستان کے خلاف سازشیں شروع ہوگئی تھیں جو آج تک جاری ہیں۔ اس لحاظ سے کیا تین ہفتے بہت کم نہیں ہیں؟

حافظ عاکف سعید: ہم اپنی بساط کے مطابق یہ

کام کر رہے ہیں۔ تنظیم اسلامی کے مقاصد بھی استحکام پاکستان کی طرف لے جانے والے ہیں کہ اس ملک میں اللہ کا دین، نبی اکرم ﷺ کا عطا کردہ نظام ہوگا تو اللہ کی مدد اور نصرت آئے گی تو پھر ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نظریۂ پاکستان سے انحراف ہو رہا ہے، اس نظریے کی جڑیں کاٹی جا رہی ہیں جبکہ قائداعظم کے سو سے زیادہ بیانات اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے اور یہاں پر نظام خلافت راشدہ نافذ کیا جائے۔ اب یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اسی وجہ سے اللہ کی تائید و نصرت ہمارے ساتھ ہوئی ہے ورنہ پاکستان کا قیام ممکن نہیں تھا۔ انگریز حاکم تھا، ہندو اکثریت میں تھے اور پھر گاندھی کا یہ کہنا کہ پاکستان میری لاش پر ہی بن سکتا ہے، ان حالات میں پاکستان کا قیام یقیناً معجزہ تھا اور اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید شامل تھی۔ کیونکہ ہم نے نعرہ لگایا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ ہم اس ملک کے اندر اللہ کے دین کو قائم و غالب کرنے کو اپنی ترجیح اول بناتے اور قائداعظم کی خواہش کے مطابق یہاں خلافت راشدہ کا نظام قائم کرتے۔ وہ پورے ریاستی نظام کی بات کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ لوگ مسجدیں بنا لیں گے۔ کیونکہ مسجدیں تو پہلے بھی تھیں۔ اصل ایشو یہ تھا کہ انگریز کے آنے سے حاکمیت اللہ کی نہیں رہی تھی۔ بلکہ اب انگریز کی حاکمیت تھی۔ بدقسمتی سے ہم نے آج تک انگریز کی ہی حاکمیت کو اپنایا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے آج ہم عدم استحکام کا شکار ہیں۔ دوسری طرف نظریۂ پاکستان کو نوجوانوں کے ذہنوں سے نکالا جا رہا ہے یعنی نظریہ پاکستان کی بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑا جا رہا ہے۔ گویا ہم اللہ تعالیٰ کی ناشکری کے حوالے سے انتہا کو جا پہنچے ہیں کہ مجھے اندیشہ یہ ہے کہ ہم پر کوئی بڑا عذاب نہ آ جائے۔ چنانچہ تنظیم اسلامی کی استحکام پاکستان مہم کا مقصد اس سبق کو یاد کروانا ہے۔ تین ہفتوں کی مہم سے اس کا حق تو ادا نہیں ہو سکتا لیکن ہمارا جو پیغام ہے اور جس مقصد کے لیے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اللہ کے دین کو قائم و نافذ کیا جائے اصل میں یہی مقصد پاکستان کے استحکام کا ذریعہ بنے گا۔ ان شاء اللہ۔ یہ سارا کام بھی استحکام پاکستان کا ایک ذریعہ ہے۔ اگرچہ ہمارے نزدیک یہ ثانوی ہے۔ ہمارا اولین ہدف یہ ہے کہ ہم اپنی دینی ذمہ داریاں ادا کر کے اللہ کے ہاں سرخرو ہو جائیں اور پھر یہاں اللہ کا دین قائم و غالب ہو۔ ویسے بھی جب یہ مسلمانوں کا ملک ہے تو یہاں اسلام کا نظام ہی ہونا چاہیے۔ اگر ہم حضور ﷺ کے نظام کو اعلیٰ ترین نظام کہتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں تو نافذ کیوں نہیں کرتے۔ تنظیم کی طرف سے یہ پیغام لوگوں تک پہنچانے سے دراصل نظریۂ پاکستان کو ہی تقویت مل رہی ہے۔

سوال: عوام کے ذہنوں سے نظریۂ پاکستان کو نکالنے کی جو سازش ہو رہی ہے آپ کے خیال میں یہ کس کس لیول پر ہو رہی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: قیام پاکستان کے ایک سال بعد ہی ہماری نیتیں سامنے آنے لگیں کہ ہم نے اسلام کی طرف پیش قدمی کرنے کی بجائے اسلامی نظام کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ تقسیم ہند کے کچھ عرصے پہلے پنڈت نہرو نے یہ اعلان کیا کہ ہم آزادی کے بعد انڈیا سے جاگیرداری نظام بالکل ختم کر دیں گے۔ اس پر وہاں کا جاگیردار طبقہ فوراً کانگریس سے نکل کر مسلم لیگ میں شامل ہو گیا اور جب پاکستان بنا تو یہ لوگ مسلم لیگ میں ایک خاص مقام حاصل کر چکے تھے۔ پھر ان لوگوں نے ہی اسمبلی میں اسلام کی طرف پیش رفت نہیں ہونے دی۔ یہاں تک کہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اسمبلی میں کھڑے ہو کر دھمکی دی کہ اگر ایوان نے قرارداد مقاصد کو پاس نہ کیا تو میں عوام میں جا کر یہ کہوں گا کہ مسلم لیگ نے تم سے دھوکہ کیا ہے۔ اس دھمکی پر 12 مارچ 1949ء کو قرارداد مقاصد منظور ہوئی۔ لیکن قرارداد مقاصد کے اس جملے Sovereignty belongs to Allah alone پر تبصرہ کرتے ہوئے کچھ لوگوں نے کہا کہ ''اس جملے کی وجہ سے ہمارے سر شرم سے جھک گئے ہیں۔'' (معاذ اللہ) یعنی اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں۔ پھر لیاقت علی خان نے قرارداد مقاصد کو عملی شکل دینے کی کوشش کی تو انہیں شہید کر دیا گیا۔ اس کے بعد انگریز کی تربیت یافتہ بیوروکریسی حکومت میں آ گئی۔ کیونکہ قائداعظم کے انتقال کے بعد خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل مقرر ہوئے تھے، جو بنیادی طور پر شریف آدمی تھے۔ لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد انہیں وزیراعظم بنا دیا گیا۔ ان کی جگہ ایک بیوروکریٹ غلام محمد گورنر جنرل بن گیا۔ بعد میں پاکستان میں جتنی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں وہ اسی ملک غلام محمد کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔ اس کے باوجود خواجہ ناظم الدین کا اسلام کی طرف رجحان تھا لیکن انہیں غلام محمد نے برطرف کر دیا۔ پھر مولوی تمیز الدین کیس سامنے آیا اور وہاں جسٹس منیر نے کام دکھایا۔ یہ جسٹس منیر بھی ان لوگوں میں شامل ہے جن کے اندر سیکولرازم کے بیج تھے اور انہوں نے پاکستان کی بنیادوں میں خرابی پیدا کی۔ پھر اسی طرح معاملہ آگے بڑھتا گیا۔ پھر وزیراعظم چودھری محمد علی نے 1956ء میں آئین بنایا جو 23 مارچ 56ء کو نافذ ہوا اور ہر لحاظ سے ایک اسلامی آئین تھا لیکن ڈیڑھ سال کے اندر اندر اس کو خاکی بوٹوں کے تلے روند دیا گیا اور جنرل ایوب نے اس ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بجائے عوامی جمہوریہ پاکستان رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن یہاں اللہ کے ایک بندے قدرت اللہ شہاب نے ایوب خان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔ البتہ ایوب خان کے زمانے میں جو عائلی قوانین بنے وہ ایک منکر حدیث غلام احمد پرویز نے مرتب کیے اور بدقسمتی سے آج تک وہی نافذ ہیں۔ یہ اسلامی شریعت پر شب خون مارا گیا۔ ان عائلی قوانین کے بارے میں تمام علماء نے کہا تھا کہ یہ غیر اسلامی ہیں۔ تو اس طرح یہاں اسلام کے خلاف مسلسل کوششیں ہوتی رہیں۔ اب تو یہاں کے مسلم فاتحین کو لٹیرے اور ہندو راجاؤں کو ہیرو ثابت کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ پچھلے دنوں ایک کالم نگار نے داراشکوہ کو ہیرو اور اورنگ زیب عالمگیر کو لٹیرا ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اسی طرح کچھ لوگ محمد بن قاسم کو لٹیرا اور راجہ داہر کو ہیرو سمجھتے ہیں۔ یعنی ہماری تاریخ کو مسخ کیا جا رہا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ یہ تقسیم نہیں ہونی چاہیے اور یہ خواہ مخواہ کی لکیر کھینچ دی گئی۔ حالانکہ قائداعظم نے کہا تھا کہ ہم ہندوؤں سے ہر لحاظ سے الگ قوم ہیں۔

> ایک طرف ہم نے اللہ کی حاکمیت کی بجائے انگریز کی حاکمیت کو اپنایا ہوا ہے اور دوسری طرف نوجوانوں کے ذہنوں سے نظریۂ پاکستان کو نکالا جا رہا ہے۔ اسی وجہ سے آج ہم عدم استحکام کا شکار ہیں۔

سوال: موجودہ حکومت کے دور میں ہمارے سابق وزیراعظم نواز شریف نے جو بیانات دیے، پھر بلاول نے جس طرح مندر میں جا کر جو کچھ کیا ان مظاہر کو سامنے رکھیں تو یہ بہت بڑی سازش لگتی ہے۔ آپ اس کا مقابلہ کیسے کریں گے؟

ایوب بیگ مرزا: ظاہر ہے تین ہفتوں کی مہم سے تو

اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا لیکن ہم نے لوگوں کو ایک ماڈل پیش کر دیا ہے کہ اگر اس راستے پر چلیں گے تو ہم کامیاب ہو سکیں گے۔

سوال: اگر ہمارے سب سول، سرکاری اور عسکری ادارے اور عوام ایماندار ہو جائیں تو اس سے بھی استحکام ممکن ہو سکتا ہے اسلام کو بیچ میں لانے کی کیا ضرورت ہے؟

حافظ عاکف سعید: آپ کے مطابق یہ بھی ایک راستہ ہے۔ اصل میں یہ اسلامی تعلیمات ہیں، اسلام کے ساتھ ہم وفادار ہوں اور واقعی ہمارا کردار اسلامی بن جائے تو پھر سارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ ایمانداری بھی اسلام کی ایک اعلیٰ قدر ہے۔ لیکن جو اہل حل وعقد ہوتے ہیں یعنی جن کے ہاتھ میں ملک کی زمام کار ہوتی ہے اگر وہ صحیح ہو جائیں تو وہ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ یعنی وہ کرنے کی پوزیشن میں ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں اسلام ہی کی تعلیمات کو پیش کیا ہے اور بہت ہی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ لیکن اب علامہ اقبال کے کلام کو بھی نصاب تعلیم میں جگہ دینے کی بجائے آہستہ آہستہ دانستہ طور پر ختم کیا جا رہا ہے۔ یہ ہماری بددیانتی ہے۔ خاص طور پر جو طبقہ اوپر بیٹھا ہے وہ بددیانت ہے۔ جب تک انگریز یہاں پر تھا اس نے اپنا نظام تعلیم رائج کیا۔ اس کے جانے کے بعد اس کے تعلیمی نظام کو ہمیں جاری نہیں رکھنا چاہیے تھا۔ ٹھیک ہے انگریزی اور سائنس کی تعلیم بھی ضروری ہے لیکن مسلمان کے لیے ترجیح اول دین کا علم ہے۔ لیکن وہ ہمارے نصاب میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ صرف اسلامیات کی چھوٹی سی کتاب ہے۔ حالانکہ دین کا علم دنیوی علوم کے کم از کم برابر تو ہونا چاہیے تھا کیونکہ تعلیم کا معاملہ بہت اہم ہوتا ہے جیسے اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا کہ

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

یعنی فرعون جس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے بچوں کو قتل کرتا تھا اگر وہ صرف کالج ہی قائم کر دیتا تو اس کا ہدف پورا ہو جاتا۔ اسی طرح اقبال بھی کہتے ہیں کہ

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ!

ہم نے علی گڑھ کی تعلیم کو زندہ رکھا جس میں انگریزی اور سائنس بھی تھی لیکن اسلامیات کو بہت ہی محدود کر دیا۔ اگر ہم واقعی مسلمان ہیں اور یہ مسلمانوں کا ملک ہے تو یہاں ہر مسلمان کی اتنی دینی تعلیم ضرور ہونی چاہیے کہ وہ نماز بھی پڑھا سکے، وہ اپنے باپ کا جنازہ بھی پڑھا سکے، اسے تمام بنیادی دینی مسائل کا علم ہو یعنی حلال و حرام کا علم ہو۔ باقی فقہی معاملات میں وہ مفتی اور قاضی سے رجوع کرے۔ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: ((طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ))

یعنی قرآن وسنت کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ لیکن ہمارے ہاں اس کی طرف بالکل توجہ نہیں ہے۔ وہ ہماری قومی زندگی کا مرکزی دھارا بن ہی نہیں سکا۔ ہم نے پہلے دن سے ہی اللہ کے دین سے انحراف کیا جبکہ ہمارے پاس پورا موقع تھا کہ ہم یہاں نظام خلافت راشدہ کا نمونہ دنیا کو دکھاتے۔ لیکن ہم نے ان مواقع سے فائدہ اٹھانے کی بجائے بالکل برعکس راستہ اختیار کیا ہے۔ حالانکہ علامہ اقبال نے اس حوالے سے واضح فرمایا تھا کہ۔

> **قائداعظم اور لیاقت علی خان کے بعد ملک پر انگریز کی تربیت یافتہ بیوروکریسی کا اُس وقت کنٹرول ہو گیا جب ملک غلام محمد گورنر جنرل بنا۔ بعد میں جتنی خرابیاں پیدا ہوئیں وہ اسی ملک غلام محمد کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔**

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

لیکن ہم اس کے باوجود اپنے نظام تعلیم کو ٹھیک کرنے کے لیے مغربی ممالک کی مثالیں تلاش کرتے ہیں۔ گویا ہمیں اپنے دین اور علامہ کے افکار کا پتا ہی نہیں ہے۔

ایوب بیگ مرزا: مغرب نے اگر ترقی کی ہے تو وہ صرف اپنی قوم کے حوالے سے ہے۔ دوسری قوموں کے ساتھ بددیانتی کرنا ان کے ہاں دیانت داری شمار ہوتی ہے۔ وہ ساری دیانت داری اس لیے برتتے ہیں تاکہ ان کی اپنی قوم ترقی کرے۔ لیکن پاکستان تو قومیت کی نفی کر کے وجود میں آیا تھا۔ یہاں آپ قومیت کی بنیاد پر لوگوں کے ذہنوں میں کبھی دیانت داری نہیں ڈال سکتے۔ ہمارے ہاں قومیت کا معاملہ کبھی ذہنوں میں ٹھونسا جا ہی نہیں سکتا۔ ہم میں دیانت داری صرف دین کے ذریعے آئے گی۔ یعنی مسلمان دیندار ہوگا تو دیانت دار ہوگا۔

سوال: استحکام پاکستان مہم کے علاوہ آپ نے سود اور فحاشی کے خلاف بھی مہمات چلائی تھیں لیکن نہ تو سود ختم ہوا اور نہ فحاشی کا سیلاب رُکا۔ اس حوالے سے کیا کہیں گے؟

حافظ عاکف سعید: الحمدللہ! ہم نے جو طے کیا تھا اُس کے مطابق اپنے حصے کا کام ہم نے کر دیا۔ بنیادی طور پر تنظیم اسلامی کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس ملک کے اندر اللہ اور نبی اکرم ﷺ کا دیا ہوا نظام ہم اس ملک کے اندر قائم کریں تاکہ بقول قائداعظم یہ ملک پوری دنیا کے لیے مینارہ نور ثابت ہو۔ انہوں نے سٹیٹ بینک آف پشاور کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ'' میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی ریسرچ آرگنائزیشن معیشت کے ایسے طریقے کس خوبی سے وضع کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے بے شمار مسائل پیدا کر دیے ہیں''۔

اب یہ چیزیں عام نہیں کی جا رہیں۔ اگر یہاں پر اسلام کا نظام قائم ہوتا تو پاکستان پوری دنیا میں اس وقت اسلام کا ایک قلعہ ہوتا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال (پسر اقبال) مرحوم ایک سیکولر ذہن کے آدمی تھے لیکن جب وہ افغانستان میں افغان طالبان کا نظام شریعت دیکھ کر واپس آئے تو برملا اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر دنیا کے ایک دو اور ممالک میں بھی نظام شریعت نافذ ہو جائے تو ساری دنیا مسلمان ہو جائے۔ بدقسمتی سے قوم اپنی بنیاد کو بھول چکی ہے اور منزل سے بھی بے خبر ہے۔ اس کو جگانے کی ایک کوشش ہے۔ ہمارے دروس قرآن میں یہ پیغام شامل ہوتا ہے کہ ملک میں اسی کے ذریعے استحکام آئے گا۔ کیونکہ مسلمانوں کے لیے اللہ کا قانون یہی ہے کہ

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٣٩﴾ ''اور تم ہی سربلند ہوگے اگر تم مومن ہوئے۔''

مسلمانوں کی سربلندی اور غلبہ اس سے مشروط نہیں ہے کہ ان کے پاس ٹیکنالوجی ہو۔ قرآن و احادیث کا حاصل یہی ہے اور یہی بات اقبال نے کہی ہے کہ۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

اسی طرح ایک دوسرے شعر میں انہوں نے کہا کہ۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

مسلمان اگر اللہ، قرآن اور حضور ﷺ کے وفادار بن

جائیں تو اللہ کی مدد ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی۔ انہیں کوئی مغلوب نہیں کر سکے گا۔ لیکن آج ہم سچے مومن نہیں ہیں۔ بلکہ ہم اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں اور اس حوالے سے غیر مسلم ہم سے بہتر ہیں۔ اسلام کی جو اخلاقی تعلیمات ہیں وہ ان میں موجود ہیں لیکن ہم اخلاقی لحاظ سے پستی کا شکار ہیں اور اس کی بنیادی وجہ دین سے ہمارا انحراف ہے۔ لہٰذا اس ملک کی بقاء، مضبوطی اور استحکام اسی میں ہے کہ ہم سچے مسلمان بنیں اور پھر اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ ہم اللہ کے نظام کو یہاں نافذ کریں تو پھر تمام معاملات درست ہوں گے۔ یہ ہمارا پیغام تنظیم اسلامی کی سطح پر مختلف انداز سے چلتا رہتا ہے۔ اسی کی ایک کڑی سود کے خلاف ہماری مہم تھی کیونکہ ہمارے ملک میں مکمل سودی نظام چل رہا ہے جس کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت نے بھی فیصلہ دے دیا تھا کہ یہ سود حرام ہے۔ پھر سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بینچ نے یہ ثابت کر کے بھی دکھایا۔ لیکن اس کے باوجود کہ قرآن کہتا ہے کہ اگر سود نہیں چھوڑتے تو اللہ و رسول کا تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ ہم سود چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یعنی ہم اللہ و رسول ﷺ کے خلاف حالت جنگ میں ہیں۔

سوال: آگاہی منکرات کے حوالے سے وقتاً فوقتاً آپ کی مہم چلتی رہتی ہے۔ وہ کیا ہے؟

حافظ عاکف سعید: یعنی اس ملک میں جو بڑے بڑے منکرات ہیں یعنی وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے والی ہیں اور جو قومی سطح کے جرائم ہیں ان سے آگاہی کا ہم نے اہتمام کر رکھا ہے۔ ہم عام طور پر جھوٹ، خیانت وغیرہ کو جرم سمجھتے ہیں لیکن ایسے جرائم جن سے قوموں کا عروج وزوال وابستہ ہوتا ہے خاص طور پر مسلمان اقوام کا، ان کے بڑے بڑے جرائم کی آگاہی کا ہم اہتمام کرتے ہیں۔ اس میں سب سے پہلا غیر اللہ کی حاکمیت ہے۔ ہمارے ہاں قرارداد مقاصد میں لکھا ہوا ہے کہ اس ملک میں حاکمیت صرف اللہ کی ہوگی۔ لیکن عملاً یہاں پر حاکمیت اللہ کی نہیں ہے۔ ستر سال ہو گئے ہیں ہم اس کے بالکل برعکس چل رہے ہیں۔ حالانکہ غیر اللہ کی حاکمیت بہت بڑا جرم ہے اور بہت بڑا شرک ہے لیکن ہمیں اس کا احساس ہی نہیں۔ لہٰذا اس کے لیے لوگوں میں آگاہی پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔ مسلمانوں کا ملک ہو، ان کی اپنی حکومت ہو، لیکن وہاں حاکمیت اللہ کے سوا کسی اور کی ہو تو یہ اللہ سے کھلی بغاوت ہے۔ گویا ہم اس وقت اللہ کے باغیوں کی صف میں کھڑے ہیں۔ اللہ کی حاکمیت سے مراد یہ ہے کہ یہاں کا سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام اللہ کے احکامات کے مطابق ہو۔ یعنی اللہ کا نظام پورا پورا یہاں نافذ ہو۔ اسی طرح معیشت کے میدان میں سود بڑا جرم ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ معاشرتی سطح پر اللہ تعالیٰ نے پورا معاشرتی نظام دیا ہے اور قرآن مجید میں اس کے احکامات زیادہ تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ خاندانی نظام اگر صحیح بنیادوں پر ہوگا یعنی اسلامی بنیادوں پر ہوگا تو پورا معاشرہ اس سے فائدہ اٹھائے گا اور پورے معاشرے کی شکل ہی بدل جائے گی۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں ایک منکر حدیث (غلام احمد پرویز) نے عائلی قوانین مرتب کیے ہیں جو غیر اسلامی ہیں اور یہ بہت بڑی گمراہی ہے۔ چنانچہ یہ غیر اسلامی عائلی قوانین، ملک میں بے پردگی، بے حیائی کا سیلاب اور اسلامی نظام کا نہ ہونا، یہ تین ایسے بڑے گناہ ہیں جن کے بارے میں عام طور پر عوام میں شعور نہیں ہے۔ اس شعور کو اجاگر کرنے کے لیے ہم تنظیم اسلامی کی سطح پر مہم چلاتے ہیں۔

❁❁❁

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم ڈیرہ اسماعیل خان کے رفیق محترم محمد صادق بھٹی وفات پا گئے

برائے تعزیت (بیٹا): 0321-4825740

☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رفیق غلام نبی کے بڑے بھائی وفات پا گئے

برائے تعزیت: 0307-4114598

☆ حلقہ حیدر آباد، لطیف آباد کے نقیب محمد فاروق ناغڑ کی پھوپھی وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ضرورت رشتہ

☆ بیٹی، عمر 21 سال، تعلیم بی اے (ایم اے ہسٹری جاری) کے لیے دینی مزاج کے حامل، رزق حلال کمانے والے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-1115519

امت مسلمہ سے خطاب کے ضمن میں قرآن کی جامع ترین سورت

سُورَۃُ الحدید

(اُمُّ المُسَبِّحات) کی مختصر تشریح

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت خاص 300 روپے، اشاعت عام 150 روپے

مکتبہ خُدّامُ القرآن لاہور

قرآن اکیڈمی، 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 03-35869501(042)
فیکس: 35834000(042) ای میل: maktaba@tanzeem.org
ویب سائٹ: www.tanzeem.org

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

حق و باطل کا بہت بڑا معرکہ سرزمین شام میں برپا ہے۔ مسلم دنیا منہ موڑے بیٹھی ہے۔ عالمی میڈیا' سیرین آبزرویٹری نامی انسانی حقوق کا ادارہ خبر دے اور پاکستانی اخبار کی ترجیحات میں جس درجہ فٹ ہو اتنی خبر ہمیں مل جاتی ہے۔ ورنہ اسے عرب دنیا کی خبر جان کر 'الجزیرہ' سے ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ پہلے غوطہ پر وحشیانہ بمباری رہی۔ وہاں سے انخلا پر سینکڑوں علاقے سے نکل کر ادلب شہر روانہ ہوئے۔ اب بمباریوں کی ساری خبریں ادلب پر ہیں۔ بازار پر جنگی طیاروں کا حملہ جب وہ شہریوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ انسانیت سوز مظالم پر بلیوں کتوں کے حقوق پر رونے والے تو کیا بولیں گے خود مسلمانوں کا حال بے حسی کی آخری انتہا کو چھو رہا ہے۔ عین انہی حالات میں جب روس امریکی بلیک واٹر نما کرائے کے قاتلوں کے جتھے مسلم کشی کے لیے شام پر چھوڑے ہوئے ہیں۔ بے رحمانہ فضائی بمباری کر رہا ہے۔ پاکستان روس کے ساتھ تعاون برائے انسدادِ دہشت گردی کے (اگرچہ خود روس شام میں بدترین دہشت گردی کا مرتکب ہے) ساتویں ورکنگ گروپ کی میٹنگوں میں مصروف ہے۔ ہم نے اف تک نہ کہی ہمارا خون سفید ہو چکا ہے۔ سعودی ولی عہد اس عرصے میں ٹرمپ سے جنگی ساز و سامان کی خریداری اور امریکہ میں سرمایہ کاری کے ذریعے امریکی محبت سمیٹنے میں مصروف رہے۔ ٹرمپ کی خوشی کا اظہار دیدنی تھا۔ ہماری دوستی ہمیشہ سے بڑھ کر ہے۔ بار بار ندیدوں کی طرح مسلم وسائل اور اموال پر رال ٹپکاتے ہوئے ٹرمپ نے کہا۔ یہ ایک امیر کبیر ملک ہے۔ ہمیں بھی اپنی دولت سے حصہ دے گا۔ مسلمانوں کے اموال پر ڈاکہ! ادھر ایک منظر متحدہ عرب امارات کا بھی ہے۔ جہاں شہزادہ ہندوؤں کے مندر کے لیے عطیہ کی گئی وسیع و عریض اراضی پر تقریب کے حوالے سے ہندوؤں سے خطاب فرمانے تشریف لائے۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر ہندوانہ نمسکار کہنے کو تملق بھری (تکلیف دہ خوشامدی چاپلوس) مسکراہٹ کے ساتھ 'جے سری رام' فرمایا۔ ہندو سامعین کی باچھیں حیرت آمیز خوشی سے چر گئیں۔ سوشل میڈیا پر اس سے منسلک وڈیو میں تصویر کا دوسرا رخ بھارت میں ایک ہندو کے ہاتھوں بری طرح پٹنے جانے والا ایک مسکین مسلمان ہے۔ بول 'جے سری رام'---' اور یہ نہ بولنے کی استقامت پر کوڑے برسا برسا کر ادھ موا کر دیا گیا ہے۔ بھارت مسلمانوں کا مقدر دوبئی میں مندر عطیہ ہو کر بھی نہ بدلا۔ شام کے مسلمانوں کا مقدر ولی عہد کی امریکہ کی تمام تر خوشامد درآمد کے باوجود نہیں بدل سکتا۔ امریکہ' روس مل کر باری باری مسلمانوں کی کھوپڑیوں کے مینار بنا رہے ہیں۔ ہلاکو ہائے اکیسویں صدی' مسلمان دنیا بھر میں ہجرت کرنے والوں کی سب سے بڑی تعداد' بھوک سے مرنے والوں میں بڑا عدد بنانے میں کھپا دیے گئے ہیں۔ خبر یہ بھی ہے کہ ''دنیا میں ساڑھے 12 کروڑ افراد بھوک سے مر سکتے ہیں۔ چودھری اس کا علاج کر رہے ہیں۔ بھوک سے نہ مرو ہم تمہیں بموں اور کیمیائی گیس سے مار دیں گے۔ بہت شور سنتے تھے 21ویں صدی کا! تاہم صدی کے 18 سال گواہ ہیں کہ پچھلی تمام صدیوں کی درندگی' بہیمیت' بے حیائی' ڈھٹائی' فحش کاری' ڈاکہ زنی' جھوٹ دجل فریب کے سارے ریکارڈ توڑ ڈالنے والی صدی ہے۔ مسلمان بچیوں کے ساتھ جو سلوک اس صدی نے کیا۔ (شام میں جاری ہے)۔ وہ ابوجہل' امیہ بن خلف کو بھی نہ سوجھا۔ تاہم یہ تو ہونا تھا۔ فتنہ دجال سے تمام انبیاء نے پناہ بلاوجہ تو نہ مانگی تھی۔ ہم آخری امت ہیں۔ دُنیا اپنے ازل سے بہت دور۔ ابد سے قریب تر ہے۔ ابلیس سے مہلت عمل چھننے کو ہے۔ شعلہ بجھنے سے پہلے بھڑکتا ہے۔ اللہ نے اسے کھلی چھٹی اور ہمیں تمام تر تنبیہات دے رکھی ہیں۔ ہر دور کی طرح اس دور سے بھی جنت کے آباد کار چھانٹے جائیں گے۔ حق و باطل کے معرکے تو ہمیشہ کی طرح ہو کر رہیں گے۔

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی نہ حریف پنجہ فگن نئے
وہی خوئے اسد اللّٰہی وہی مرحبی وہی عنتری!

یہی حقیقت اللہ نے سورۃ الانبیاء 16 تا 18 بھی واضح فرما دی ہے۔ یہ دنیا استوار ہی حق و باطل کے معرکوں پر ہوئی ہے۔ صرف وقت' جغرافیہ' نام بدلتے ہیں کہانی جو آدمؑ و ابلیس سے شروع ہوئی تھی آج برسرزمین جاری و ساری ہے۔ فرق یہ ہے کہ دور کی کہانیاں فوراً سمجھ آ جاتی ہیں۔ کردار پہچانے جاتے ہیں۔ مؤمن' کافر' منافق کے تعین میں اشتباہ نہیں ہو سکتا۔ فرعون' نمرود' ابوجہل کی طرف داری کرنے کی بات کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا۔ عبداللہ بن اُبی' میر جعفر' میر صادق جیسے کردار مسلمانوں سے خراج تحسین کبھی بھی نہ پا سکے۔ صلاح الدین ایوبیؒ' ٹیپو سلطانؒ' سید احمد شہیدؒ کے لیے احترام و عقیدت سے سر جھکتے ہیں۔ ان کی مخبری کرنے والے' ان کے مقابل کافر سے ساز باز کرنے اور جہاد کو نقصان پہنچانے والے کبھی مسلمانوں کے ہاں گئے گزرے حال میں بھی ہیرو قرار نہیں دیے جا سکتے! مگر ہماری قریب کی نظر کمزور ہے۔ بہت ہی کمزور۔ جیسے حساب (math) کے طالب علم کو حل شدہ مثالیں تو واضح نظر آ رہی ہوتی ہیں لیکن خود اپنا سوال حل کرنے بیٹھتا ہے تو بار بار خطا کھاتا ہے! المیہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا دھیان کھیل میں پھنسا ہوتا ہے یا دلِ نخواستہ ہی کتاب اُٹھا رکھی ہوتی ہے۔ (قریب آ گیا ہے لوگوں کے حساب کا وقت' اور وہ ہیں کہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس جو تازہ نصیحت بھی ان کے رب کی طرف سے آتی ہے اس کو بہ تکلف سنتے ہیں اور کھیل میں پڑے رہتے ہیں۔ دل ان کے (دوسری ہی فکروں میں) منہمک ہیں۔ (الانبیاء: 1،2) اللہ نے تو سمجھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ حق کے تمام اجزاء واضح ہیں۔ زندگی صرف امتحان ہے۔ کتاب اللہ' نصاب ہے۔ محمد ﷺ استاد ہیں۔ آخرت کو مرکز و محور بنا کر اتباعِ قرآن و رسول ﷺ کرنا اور بروئے زمین شریعت الٰہیہ کا نفاذ ہمارا مقصد وجود ہے۔ باطل کے تمام اجزاء واضح ہیں۔ تکذیب حق' استہزاء' الزامات' پروپیگنڈے کی بوچھاڑ' جھنجھلا کر اہل حق پر تعذیبیں' زندانوں میں پھینکے جانا۔ اہل باطل صاحب اقتدار ہیں' گھن گرج والے شان و شوکت سے آراستہ و مزین ہیں۔ حق نہایت سادہ' تعداد میں کم' سر پھرے نوجوان (بڑی عمر کی جہاں دیدگی مصلحت کوش بنا دیتی ہے) ہی ہوتے ہیں' دبے پسے ہوتے ہیں۔ تاہم یہ مٹھی بھر چٹانوں کی طرح اٹل' پُر عزم' ناقابل تسخیر رہا کرتے ہیں۔ اجنبی' مجنوں' ساحر' شاعر کہلائے گئے۔ تکذیب' تخویف' استہزاء کا نشانہ بنے۔ آج بھی انتہا پسند' عسکریت پسند (اسرائیل' بھارت' روس' امریکہ کی پوری عسکری قوت کے مقابل!) جانے جاتے ہیں۔ سورۃ البروج کے آگ

کے گڑھوں کی جگہ میزائلوں‘ آگ برساتے بیرل بموں‘ فاسفورس بموں نے لے لی۔ اللہ کے وعدے دونوں گروہوں (حق و باطل) سے جو کل تھے وہی آج ہیں۔ ’عذراتِ ثمانیہ سورۃ التوبہ کے جو کل تھے سو آج ہیں۔ (آیت:24) کوئی دور بھی صلاح الدین سے تہی دامن نہ تھا۔ ابن علقمی ابوعبداللہ‘ میر جعفر و صادق موجود رہے۔ تاہم آج وہن کی بیماری اتنی ہے کہ سوچنا سمجھنا بھی ممکن نہیں۔ دل و نگاہ پر حب دنیا‘ کراہیہ الموت کا غبار چھایا ہوا ہے۔ اتباعِ ہوائے نفس ہمارے ہلکے‘ بے وزن ہونے کی وجہ ہے۔ ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہیں تصویریں۔ سورۃ البقرۃ پڑھتے جایئے بنی اسرائیل کے سارے احوال آج امت میں موجود ہیں۔ حق کو پہچان کر تعصب‘ ہٹ دھرمی‘ جاہ پرستی‘ نفس پرستی کی بنا پر انکار حیلے بہانے۔ اللہ نے بار بار دہرایا: ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تمہیں یونہی جنت کا داخلہ مل جائے گا...... (البقرۃ:214‘ آل عمران 140-142، العنکبوت:2 تا 4) مسلم دنیا کے حکمران بھی فرعون ہوئے پڑے ہیں اور ان کی قومیں فاسق۔ فرعون نے اپنی قوم کو ہلکا جانا‘ انہوں نے اس کی اطاعت۔ بے شک وہ تھے ہی فاسق لوگ‘۔ عین امت کی کہانی ہے۔ ہم جہاں سے چل کر یہاں تک پہنچ گئے اگر نبی کریم ﷺ کا ’اَللّٰھُمَّ اُمَّتِیْ‘ والا گریہ نہ ہوتا تو ہم کبھی کے ہلاک ہو چکے ہوتے ہیں۔ آپؐ کی بے قرار امتی‘ امتی کہہ کر آہ و زاری کرتی رات‘ عذاب اور ہمارے درمیان حائل ہے۔ ورنہ اللہ کی کون سی حد ہے جو ہمارے جیتے جی توڑی نہیں گئی۔ خلیفہ اول کی غیرت مندانہ پکار دینے والا کوئی نہ ہوا۔ ’اَیُبَدَّلُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ‘! سعودی عرب‘ دنیائے عرب‘ لا الٰہ والا پاکستان سب ہی وژن 2030ء کی لپیٹ میں حد شکنی پر کمر بستہ ہیں۔ کریم موٹر سائیکل اور کریم گاڑی چلانے والی لڑکیاں اور ساتھ بیٹھنے والے مرد۔ کمر پکڑ کر بھی اور ویسے بھی۔ حیا‘ اقدار روزانہ کی بنیاد پر لٹ رہی ہیں—— لکھتے لکھتے قلم کی سیاہی خشک ہونے کو آ گئی۔ ان 17 سالوں میں اہل حق نے حق کا حق کما حقہ ادا نہ کیا! ؎

اسلام کے دامن میں اور اس کے سوا کیا ہے
اک ضرب ید اللٰہی ‘ اک سجدۂ شبیریؓ

❁❁❁

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ”قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور“ میں
14 تا 15 اپریل 2018ء (بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

علاقائی اجتماع برائے ملتزم رفقاء

حلقہ جات لاہور شرقی اور لاہور غربی
کا انعقاد ہو رہا ہے
زیادہ سے زیادہ ملتزم رفقاء شرکت کا اہتمام کریں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 042-36366638 ، 042-37520902

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 79-35473375(042)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ”قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی“ میں
14 تا 20 اپریل 2018ء (بروز ہفتہ نماز عصر تا جمعۃ المبارک)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-
☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

20 تا 22 اپریل 2018ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 021-34306041 ، 0332-1333395

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 79-35473375(042)

بچوں کے لیے جنسی تعلیم یا ''دینی تعلیم''.....فیصلہ آپ کا

محمد عثمان خان
(رُکن قرآن انسٹیٹیوٹ گلستانِ جوہر)

آج کل سانحہ قصور کا پورے پاکستان بلکہ بیرونِ پاکستان بھی خوب چرچا ہے۔ بلاشبہ مرحومہ زینب اور اس کے اہلِ خانہ پر جو کچھ بیتی اُس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اب اس سانحے کا غیر جذباتی انداز سے تجزیہ کیا جائے اور اس واقعے کے پس پردہ حقائق پر سنجیدگی سے غور کیا جائے۔

ہمارے ملک کا تعلیمی نصاب کافی عرصے سے مذہبی اور سیکولر حضرات کے مابین متنازع رہا ہے۔ کبھی ''دینی تعلیمات'' کے اخراج پر دینی طبقات سراپا احتجاج رہے تو کبھی ''دینی تعلیمات'' کے اندراج پر سیکولر طبقات موم بتیاں روشن کیے ماتم کرتے نظر آئے۔ بہرحال یہ کشاکش دونوں طبقات میں جاری رہی۔ بعض حضرات کے مطابق سیکولر اور دین بےزار حضرات نے ''سانحہ قصور'' کو اپنے حق میں کیش کرانا چاہا اور ذرائع ابلاغ (خصوصیت کے ساتھ میڈیا اور سوشل میڈیا کہ جن پر ان کی حکمرانی ہے) کے ذریعے اس واقعے کو دُنیا بھر میں بھرپور انداز سے عام کر دیا۔ حالانکہ اس سے قبل دیگر کئی شہروں میں بلکہ خود قصور میں اس سے زیادہ گھناؤنے واقعات بھی رونما ہو چکے ہیں لیکن اس واقعے کو آڑ بنا کر نصاب میں ''جنسی تعلیم'' کی شمولیت کی راہ ہموار کرنے کی بھرپور کوشش کرنا مذکورہ بالا حضرات کی رائے کو صحیح ثابت کر رہا ہے۔

سیکولر حضرات کی جانب سے اس واقعے پر یہ تاثر بڑی شدت کے ساتھ پھیلایا گیا کہ اس قسم کے واقعات کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے بچوں کو صحیح انداز میں جنسی معلومات نہیں فراہم کیں، جس کی وجہ سے وہ ان درندہ صفت افراد کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ حالانکہ اگر ہمارے ملک کے یہ ''سادہ لوح حضرات'' مغرب کے ان ممالک کا حال دیکھ لیں جنہوں نے اپنے تعلیمی نصاب کے ذریعے معصوم بچوں کو ''وافر'' مقدار میں جنسی معلومات فراہم کی ہیں تو وہ لرز جائیں۔ ان ممالک میں اس اقدام سے بچوں سے بدسلوکی کے واقعات رُکنے کے بجائے وبا کی صورت میں پھیل گئے ہیں۔ بلکہ بچے تو درکنار بزرگ حضرات و خواتین بدسلوکیوں سے محفوظ نہ رہ سکے (اس کی لرزہ خیز تفصیل آپ انٹرنیٹ پر دیکھ سکتے ہیں)۔ بچوں کو قبل از وقت اور غیر مناسب و غیر فطری انداز سے جنسی تعلیم دینے کے بہت بھی بھیانک اثرات سامنے آئے ہیں۔ معصوم بچوں کے ننھے ذہن اس غلاظت سے تباہ ہو گئے۔ ان کی معصومیت ختم ہو گئی جسے مغرب کا بڑا فلسفی Neil Postmar Death of Innocence سے تعبیر کرتا ہے۔ مغرب میں بچے وقت سے قبل بالغ ہونے لگے اور پھر وہ نہایت چھوٹی عمر ہی سے جنسی جرائم میں ملوث ہو گئے۔ یہ معاملہ اس حد تک بڑھا کہ ان بچوں کو قانونی شکنجے سے بچانے کے لیے مغرب میں بعض ممالک نے Age of Consent (ایسی عمر جس میں انسان کو جنسی تعلق قائم کرنے کی قانونی اجازت حاصل ہوتی ہے، یاد رہے کہ اس کے لیے شادی کا ہونا کوئی مسئلہ نہیں ہے) کی حد کو مسلسل کم کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ بعض ممالک میں یہ حد 11 اور 11 سال تک کر دی گئی (یاد رہے کہ ان لوگوں کے نزدیک اٹھارہ سال سے کم عمر میں نکاح کرنا تو ناقابلِ معافی جرم ہے مگر چھوٹی عمر میں زنا کرنا آزادی کا اظہار ہے)۔ قارئین یہاں ذرا رُک کر سوچیں کہ جس معاشرے میں دس سال کا معصوم بچہ آزادانہ جنسی تعلق قائم کرے گا اُس معاشرے کا کیا حال ہوگا۔ افسوس، ہمارا دین بےزار طبقہ اس جانب غور نہیں کرتا یا پھر مسئلہ یہ ہے کہ وہ اس قسم کی جنسی آزادی اپنے اور ہمارے بچوں کے لیے بھی چاہتے ہیں۔

جہاں تک بچوں کو جنسی معاملات کی تعلیم دینے کا سوال ہے تو اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ہمیں زندگی کے ہر گوشے میں رہنمائی عطا فرمائی ہے اور دین کے بنیادی علم کو فرضِ عین قرار دیا ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ یہ تعلیم بچوں کو کس طرح دی جائے؟ تو اس مسئلے کا حل ''علمِ فقہ'' ہے۔ فقہ ہی وہ علم ہے جس کے ذریعے پاکیزگی اور باحیا انداز سے ہمارے اسلاف اپنی اگلی نسلوں میں دین کی یہ تعلیمات منتقل کرتے آئے ہیں۔ فقہ چونکہ قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے لہٰذا اس کی اپنی روحانیت ہے اور جنسی تعلیمات انتہائی باوقار اور باحیا انداز سے بچوں میں منتقل کی جا سکتی ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس سائنسی انداز میں جدید اداروں میں بے دین لوگوں کے ذریعے اس تعلیم کو دینے سے بچوں کے اذہان و قلوب آلودہ ہو جاتے ہیں اور کئی طرح کی خباثتیں اس کے ساتھ آتی ہیں۔

ہمارے فقہائے کرامؒ نے اپنی زندگیاں کھپا کر قرآن وحدیث کو بنیاد بنا کر جو ''علمِ فقہ'' مرتب کیا اس کی نظیر تاریخِ انسانی میں ملنا مشکل ہے۔ مگر بدقسمتی سے آج ہمارے بے دین حضرات تو درکنار خود بظاہر دیندار حضرات بھی بعض اوقات اس کارنامہ عظیم یعنی علمِ فقہ سے بدگماں نظر آتے ہیں۔ مسئلہ ان کا نہیں بلکہ مغرب کا ہے جس نے دین کو اس کے متن یعنی قرآن وحدیث کو اس کے ظاہری معنی تک محدود کر دیا ہے اور جس سلسلے سے یہ متن اپنے صحیح معنی ومفہوم سمیت ہم تک پہنچا ہے اس سلسلۃ الذہب کو ہی مشکوک بنا دیا ہے۔ یہی وہ واردات ہے جو عیسائیت کے ساتھ ہوئی اور اس کے بعد عیسائیت ختم ہو گئی۔ آج اسلام کو بھی یہی چیلنج درپیش ہے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ اپنے اسلاف پر اعتماد بحال کیا جائے اور دینی متن کو اس تعبیر کے ساتھ مانا جائے جو نبی کریم ﷺ سے ہم تک ہمارے اسلاف کے ذریعے سینہ بہ سینہ پہنچی ہے اور اس معاملے میں ہر دو قسم کی گمراہیوں یعنی ظاہریت اور عقل کی غلامی سے بچا جائے اور اسلاف کی اتباع کی جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر دین کی سربلندی تو دور کی بات، دین کا نام بھی باقی رہنا مشکل ہے۔ عیسائیت کی تباہی ہمارے لیے باعثِ عبرت ہے۔

مغربی فکر کے زیرِ اثر افراد کا ہمیشہ سے یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ ایک مسئلے کو اس طریقے سے پیش کرتے ہیں جیسے یہ مسئلہ تاریخ میں پہلی بار پیدا ہوا ہے اور اس واقعہ کا وہ استخراجی انداز میں تجزیہ کر کے من مانے نتائج برآمد کر کے شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔ سوال یہ کہ پچھلے چودہ سو سال

سے بھی تو بچے بالغ ہو رہے تھے ان تک جنسی معلومات کیسے پہنچ رہی تھیں؟ اور وہ کون سا ایسا طریقہ تھا جس سے نہایت پاکیزگی کے ساتھ یہ مسائل نئی نسل تک منتقل ہو رہے تھے۔ ظاہر ہے وہ طریقہ ''علمِ فقہ'' تھا اب ہم نے مغربی پروپیگنڈے (Propaganda) کے ذریعے فقہ کو غیر اسلامی قرار دے کر اپنے بچوں کی زندگیوں سے فارغ کیا تو حیا اور پاکیزگی بھی اس کے نتیجے میں ہمارے معاشرے سے رُخصت ہوگئی۔

برصغیر پاک و ہند میں ہمارے ہاں بچوں کی تعلیم کی ابتدا مکاتبِ دینیہ سے ہوتی تھی جہاں بچہ سب سے پہلے اپنے رب کا تعارف حاصل کرتا اور دین کے بنیادی احکام سیکھتا اور اس کے بعد مزید نقلی و عقلی علوم کی تحصیل کا اہتمام ہوتا۔ مکاتب میں ناظرہ قرآن کے ساتھ بچوں کو بنیادی دینی تعلیمات سکھانے کے لیے ایک کتاب ''تعلیم الاسلام'' ہمارے نصاب میں رائج رہی ہے۔ یہ کتاب مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کو اگر آج ہم اپنے بچوں کو پڑھانے کا اہتمام کرلیں تو ان شاء اللہ ہمارے بچے اس بے راہ روی کے دور میں محفوظ رہیں گے۔ تعلیم الاسلام کے بعد بڑھتی عمر کے لڑکوں کو فقہ کا کوئی آسان متن جیسے ''نور الایضاح'' یا ''مختصر القدوری'' وغیرہ پڑھائی جاتی تھی جو بیک وقت بچوں کو فقہ سکھانے کے ساتھ ساتھ زبان پر مہارت حاصل کرنے کا ذریعہ تھی۔ اس کی مزید معلومات مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی کتاب ''ہندوستان کا نظامِ تعلیم و تربیت'' سے لی جاسکتی ہے جو اس موضوع پر بیش قیمت کتاب ہے۔

بڑھتی عمر کی بچیوں کے لیے اس ضمن میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی معرکۃ الآراء تصنیف ''بہشتی زیور'' بہترین کتاب تھی۔ اس کتاب کا ہر گھر میں مطالعے کا معمول ہوا کرتا تھا۔ بطورِ خاص نکاح کے موقعے پر بچیوں کو یہ کتاب ہدیے میں دی جاتی تھی۔ اس کتاب کو خواتین کے دینی مسائل کا ''انسائیکلوپیڈیا'' کہنا بے جا نہ ہوگا۔ اس کتاب کے ذریعے ہماری خواتین دین کے عمومی اور مخصوص مسائل کا حل سیکھ لیا کرتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ گھر داری کے بھی بہت سے امور میں اس کتاب سے مدد لیا کرتی تھیں مگر افسوس فقہ کے ان ذخیروں کو بھی آج غیر مسنون قرار دے کر ان پر سے عوام کا اعتماد ختم کرنے کی سازش کی جارہی ہے۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ دیگر مکاتبِ فکر جیسے بریلوی حضرات جو کہ اکثریت میں بھی رہے ہیں ان حضرات نے بھی فقہ حنفی کے متون ہی اس ضمن میں پڑھائے اور ان کی شروحات وغیرہ مرتب کیں۔ اس سلسلے میں فقہ کی عمومی تعلیم و تربیت کے لیے دیگر مکاتبِ فکر کی کچھ کتابوں کے نام جاننا مفید رہے گا۔ (بریلوی مکتبِ فکر کے لیے اسلام کی بنیادی باتیں، نیکی کی دعوت، فیضانِ سنت، بہارِ شریعت وغیرہ اور اہل حدیث حضرات کے لیے درالبھیۃ، بلوغ المرام، فقہ الحدیث وغیرہ)

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے تابناک ماضی کا احیاء کرتے ہوئے اپنے بچوں کو ابتدائی طور پر ہی قرآن و سنت کی تعلیم سے آراستہ کریں اور جب بچے بڑے ہوجائیں تو انہیں اتنی عربی آنی چاہیے کہ وہ قرآن کو اپنی آنکھوں سے پڑھیں اور اس کے مفہوم کو سمجھ سکیں۔ عربی کا مادری زبان نہ ہونا فہم قرآنی کے راستے میں حائل نہ ہو۔ اس سے آگے بڑھ کر علم فقہ کا سیکھنا بھی مفید رہے گا۔ اگر ہم واقعتاً ایسا کرنے میں کامیاب ہوگئے تو یقین جانیے ہمارے معاشرے میں پھر کوئی سانحہ قصور رونما نہیں ہوگا اور ہمارے بچے پاکیزہ اور پُرسکون زندگی گزار سکیں گے ان شاء اللہ۔ آخر میں اللہ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دین کا صحیح فہم عطا فرمائے اور اس کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

❁❁❁

بقیہ: بری فوج کے سربراہ کا تعلیمی ویژن

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پاکستان میں رائج تعلیمی نظام نہ صرف یہ کہ یک رخا ہے بلکہ تضادات کا حامل ہے۔ ایک طرف سرکاری سرپرستی میں چلنے والے ادارے ہیں جہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ زیادہ سے زیادہ کلرک بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ دوسری طرف پرائیویٹ سکولوں اور کالجوں کا پورے ملک میں جال پھیلا ہوا ہے جہاں غیر ملکی نصاب تعلیم غیر ملکی زبان میں پڑھایا جا رہا ہے۔ یہی غیر ملکی نصاب پڑھے ہوئے لوگ بعدازاں ملک کی سول اور ملٹری بیوروکریسی پر براجمان ہوتے ہیں۔ کہنے کو اردو ہماری قومی زبان ہے مگر قوم کے نونہالوں کے ذہنوں پر بچپن ہی سے انگریزی کا بھوت سوار کردیا جاتا ہے۔ انگریزی زبان سیکھنے میں تو کوئی حرج نہیں لیکن انگریزی زبان کے ساتھ انگریزی کلچر کو لازمی سمجھنا کوئی عقل مندی نہیں ہے۔ ملک و ملت سے وفاداری کا تقاضا یہ ہے کہ نسل نو کو یکساں نصاب تعلیم اور دین اسلام سے ہم آہنگ نظام تعلیم دیا جائے تاکہ متوازن رجال کار تیار ہوسکیں جو ہر شعبۂ زندگی میں اپنی ذمہ داریاں پوری دیانت داری اور ایمان داری کے ساتھ قومی و ملی امنگوں کے مطابق ادا کریں گے۔ ان شاء اللہ

❁❁❁

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں
تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان
ماہنامہ میثاق لاہور
اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
شمارہ اپریل 2018
رجب المرجب ۱۴۳۹ھ
مشمولات
☆ امیدوں کے خون میں 'غوطہ' — ادارہ
☆ حکمتِ قرآنی کی اساسات (در حقیقت واقسامِ شرک — شجاع الدین شیخ
☆ مقامِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام — پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ
☆ قرآن مجید میں خدا کے وعدوں کو سمجھنے میں غلطی — محمد ندیم پشاوری
☆ تصویر سازی — حافظ سید اُسامہ علی
☆ عِیادۃُ المَرِیض — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ ہم اپنے بچوں کو قرآن کریم کی عربی زبان کیسے سکھائیں؟ — مولانا محمد بشیرؒ
محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا 'بیان القرآن' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!
☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرون ملک) 300 روپے
مکتبہ خدام القرآن لاہور
36- کے ماڈل ٹاؤن لاہور

بری فوج کے سربراہ کا تعلیمی ویژن

ڈاکٹر ضمیر اختر خان
zamirakhtarkhan@yahoo.com

چند ماہ قبل بری فوج کے سربراہ نے اپنے آبائی علاقے گجرانوالہ کا دورہ کیا۔ انہوں نے وہاں پر موجود لوگوں کے سامنے اپنے تعلیمی ویژن کا تذکرہ کیا، جس کی دینی حلقوں میں تو ستائش کی گئی مگر جدیدیت زدہ دانشوروں نے مکمل خاموشی اختیار کیے رکھی۔ بری فوج کے سربراہ کا کہنا تھا کہ ہمارا نظام تعلیم یک رخا ہے۔ دنیوی تعلیم سے آراستہ لوگ دینی علوم سے بے بہرہ ہیں۔ اسی طرح دینی علوم کے حاملین عصری تعلیم سے کما حقہ آشنا نہیں ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں متوازن شخصیات ناپید ہیں۔ ان کی یہ رائے حقیقت پر مبنی ہے۔ اس کے حوالے سے عملی قدم اٹھانے کے لیے ان سطور کے ذریعے بری فوج کے سربراہ کی خدمت میں چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی افواج اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے باعث دنیا کی طاقتور افواج میں شمار ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ افواج پاکستان مسلم دنیا کی افواج میں بھی اپنا ایک منفرد مقام رکھتی ہیں۔ اندرون ملک اور عالمی سطح پر ہماری افواج کی کارکردگی ایک معلوم حقیقت ہے۔ اس کے پیچھے صرف پیشہ ورانہ تربیت کے کمالات ہی نہیں ہیں بلکہ وہ نظریاتی اور ایمانی تربیت بھی ہے جو مسلم افواج کو دنیا کی دیگر افواج سے ممیز کرتی ہے۔ ہمارے سپاہیوں کے دن کا آغاز جہاں ایک طرف رب کائنات کے حضور نماز فجر کی ادائیگی سے ہوتا ہے وہاں دوسری طرف پریڈ اور دیگر سرگرمیاں تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً تعمیر سیرت وکردار کے پروگرام بھی ترتیب دیے جاتے ہیں۔ افواج پاکستان کا ہر فرد وطن کی محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر فوج میں شمولیت اختیار کرتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ اس کا وطن محض ایک زمین کا ٹکڑا نہیں ہے بلکہ مکے، مدینے اور القدس کے بعد وہ واحد مسلم ملک ہے جس کی بنیادوں میں اس کا نظریہ حیات کارفرما ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کلمہ طیبہ (لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ) کے نام پر بننے والے ملک کی حفاظت دراصل اپنے ایمان و اسلام کی حفاظت ہے۔ اس سوچ کے تحت فوج میں شمولیت اس کے جذبۂ قربانی کو مہمیز مہیا کرتی ہے اور وہ اپنے وطن کی حفاظت اپنی جان پر کھیل کر بھی کرتا ہے۔

جنرل (ر) پرویز مشرف کے دور سے بیرونی دباؤ کی وجہ سے ایمانی ونظریاتی تربیت میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ ”سب سے پہلے پاکستان“ کے گمراہ کن نعرے نے ترجیحات کو بدل دیا ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ افواج پاکستان کی تربیت میں جذبہ ایمانی کو بنیادی اہمیت دی جائے تاکہ مسلم اور کافر افواج کے مابین فرق نمایاں ہو کر سامنے آجائے جو مادی وعددی تفاوت میں فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے۔ سورۃ الانفال کی آیات 65 اور 66 اس میں کی وضاحت کی گئی ہے۔ فرمایا: ”اے نبی ﷺ! ترغیب دلایئے اہل ایمان کو قتال کی۔ اگر تم میں سے بیس افراد ہوں گے صبر کرنے والے (ثابت قدم) تو وہ دو سو افراد پر غالب آجائیں گے۔ اور اگر ہوں گے تم میں سے سو افراد تو وہ غالب آجائیں گے کفار کے ایک ہزار افراد پر۔ یہ اس لیے کہ وہ (یعنی کفار) ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے (یعنی انہیں اپنے موقف کی سچائی کا یقین نہیں ہے)“۔

یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ جس شخص کو اپنے نظریے اور موقف کی حقانیت پر پختہ یقین ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ وہ حق پر ہے اور حق کے لیے لڑ رہا ہے، وہ اس شخص کے مقابلے میں جو کہ نظریاتی طور پر ڈانواں ڈول ہے، کسی کا تنخواہ یافتہ ہے یا کسی کے حکم پر مجبور ہو کر لڑ رہا ہے، کارکردگی کے اعتبار سے حد درجہ فوقیت کا حامل ہوگا۔ چنانچہ کفار کو میدان جنگ میں ثابت قدمی اور استقلال کی وہ کیفیت حاصل ہو ہی نہیں سکتی جو اہل ایمان کو اپنے نظریے کی سچائی پر جان قربان کرنے کے جذبے سے پیدا ہوتی ہے۔ دونوں اطراف کے افراد کی نظریاتی کیفیت کے اسی فرق کی بنیاد پر کفار کے ایک سو افراد پر دس مسلمانوں کو کامیابی کی نوید سنائی گئی ہے۔ ایمان اور اعمال کی کمزوری کے باعث تناسب میں کمی کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے کم سے کم معیار بھی وضع فرما دیا اور وہ ایک اور دو کا ہے۔ گیا گزرا ایک مسلمان بھی کم از کم دو کافروں پر بھاری ہونا چاہیے۔ اس ایمانی جذبے کو مزید تقویت دینے کی ضرورت ہے جو ایک متوازن نظام تعلیم سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس ضمن میں مختلف سطح کے پیشہ ورانہ کورس اس طرح سے ترتیب دیے جائیں کہ ان میں قرآن وحدیث، سیرت طیبہ اور اسلامی تاریخ سے متعلق مواد بھی شامل ہو۔ پاک افواج کے ہر فرد، چاہے وہ سپاہی ہو یا کمیشنڈ آفیسر، کے لیے قرآن مجید کی تعلیم کا اہتمام ہو اور وہ سروس کے دوران کم سے کم ایک مرتبہ سورۃ الفاتحہ سے سورۃ الناس تک پورا قرآن ترجمہ کے ساتھ ضرور پڑھ لے۔ اس کی عملی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اسے باقاعدہ ہر تربیتی کورس کا حصہ بنایا جائے۔ کچھ عرصہ پہلے کراچی کے ایک ادارے ”علم فاؤنڈیشن“ (www.tif.edu.pk) نے تیسری جماعت سے آٹھویں جماعت تک کے لیے پورے قرآن مجید کا نصاب تیار کیا ہے جو بنیادی طور پر سکولوں کے طلبہ و طالبات کے لیے بنایا گیا ہے مگر اس سے ہر سطح پر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ پاک فضائیہ نے پہلے ہی اپنے زیر انتظام تمام سکولوں میں اس کو جاری کر دیا ہے جس کا سہرا ائیر چیف مارشل سہیل امان کے سر ہے، جس کا بدلہ انہیں دنیا میں اپنے شعبے میں ٹاپ پر جانے کی صورت میں مل چکا ہے اور ان شاء اللہ آخرت میں بھی شایان شان حصہ ملے گا۔ ہم درخواست کریں گے کہ آرمی چیف بھی اپنے سکولوں (APS) میں علم فاؤنڈیشن کے مرتب کردہ مطالعہ قرآن حکیم پر مشتمل نصاب کو جاری کروا دیں تو یہ ان کے Vision کی تکمیل کا ذریعہ بن جائے گا اور آخرت میں بھی نجات اور اجر کا باعث بنے گا۔ ان شاء اللہ

ہمیں یہ حقیقت تسلیم کرنی چاہیے کہ ایک معتدل فلاحی معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ دینی و عصری علوم کو یکجا کیا جائے۔ اسی سے پاکستانی معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن سکے گا۔ بری فوج کے سربراہ کی رائے بالکل درست ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام ناقص ہے۔ (باقی صفحہ 16 پر)

Will We Ever See Al Jazeera's Investigation into the Israel Lobby?

by Robert Fisk

So when am I going to be able to watch Al Jazeera's hard-hitting investigation into Israel's powerful lobby in the United States? Remember Al Jazeera? The tough, no-holds-barred Middle East satellite channel that transformed Qatar into a media empire whose reports frightened dictators and infuriated potentates and presidents alike? Why, George W Bush once wanted to bomb its headquarters in Doha – so it must have been doing something right. It even has an office in Jerusalem. But something seems to be amiss. Not Al Jazeera's disastrous American venture, which was supposed to break free of the dross on CNN and Fox News and ended up looking just like CNN or Fox. Nor the tragicomedy of its journalists' imprisonment in Sissi's Egypt, banged up by Cairo's farcical laws and the stupidity of Al Jazeera's own management in Qatar.

No, I'm talking about a documentary called The Lobby, directed by one of Al Jazeera's top journalists, Clayton Swisher, the man whose exclusive (and book) on the "Palestine Papers" blew open the secret and scandalous American-led negotiations between Israelis and the Palestinian authority between 2000 and 2010. But after months of postponement, The Lobby, which secretly filmed pro-Israeli US activists and Israeli government officials and was completed last autumn, is still no nearer to being shown – and Swisher himself has taken a paid leave of absence. He even chose to explain his frustration in an article for the progressive American Jewish magazine Forward, which has always maintained a liberal and often very critical view of Israel. "Don't mistake me – I love Al Jazeera," Swisher told me this week. "I love working for Al Jazeera. They've done fantastic things. And they look after their staff very well. But our new documentary doesn't seem to be getting on air."

In his published explanation, Swisher described how his award-winning investigative unit – which he says operates "without [Qatari] government interference" – sent an undercover reporter to look into "how Israel wields influence in America through the pro-Israeli American community. But when some right-wing American supporters of Israel found out about the documentary, there was a massive backlash. It was even labelled as antisemitic in a spate of articles." Nothing surprising there, you might think. Any reporters who have dared to criticise Israel grow used to the vile smear of antisemitism thrown over them – but there was an even more disturbing background to Swisher's attempts to get his documentary on the air. The programme's completion, he writes, "came at a time when, due to an arbitrary blockade on Qatar imposed by the United Arab Emirates and Saudi Arabia, Qatar had been pursuing an end to its siege by appealing to the US. According to reports, Qatar sought to offer its own side of the narrative in this conflict by hosting thought leaders, including from the American Jewish community. From reports in the Israeli press, I learned that [Harvard Professor Alan] Dershowitz had been brought to meet with the Qatari emir [Tamim bin Hamad Al Thani], and that the American Jews had brought up what they saw as Al Jazeera's antisemitism in those meetings. Of course, our documentary is not antisemitic. It is an exploration of how Israel, a foreign government, influences US foreign policy."

Ironically, one of the Saudi-UAE demands for a return to normal relations with Qatar was to shut down Al Jazeera. Most of Swisher's staff within Al Jazeera are American or British, and he recruited a young Oxford postgraduate, James Anthony Kleinfeld, to meet and mix with members of pro-Israeli groups in Washington. When this was

discovered – partly because Swisher, for legal reasons, contacted those appearing in the programme to say that his team had used secret filming during their investigations – there was uproar.

Kleinfeld, who apparently used the name "Tony Kleinfeld", was accused of being "pro-Palestinian" but of "embedding himself with the Washington pro-Israel crowd" while spending "months of his life under a new and meticulously fabricated persona to infiltrate pro-Israeli groups". The concern of Israeli lobbyists was not without reason. Recipients of legal letters from the documentary group – referring to the secretly recorded Israeli activists – included AIPAC, the Israeli-American Council, the Sheldon Adelson-created Maccabee Task Force, the Israel Project, the Zionist Organisation of America and other groups. Although Swisher's reporters had exposed genocide in Myanmar, presidential corruption in the Maldives and paedophilia in British youth football, another documentary under Swisher's direction concentrated on Israel's influence over Britain and included a secretly filmed sequence in which Israeli official Shai Masot discussed how to "take down" British MPs regarded as pro-Palestinian, including Sir Alan Duncan. Masot was forced to resign and the Israeli ambassador to London, Mark Regev, issued a formal apology.

According to Swisher, if his documentary on the American lobby doesn't air soon, "it might prove to be ammunition sought by a group of zealous US politicians who wish to declare Al Jazeera a foreign entity, and label us journalists as 'spies'". In response to antisemitism claims after the London documentary, the broadcasting regulator Ofcom ruled that the programme was "a serious investigative documentary". It was the same question, Swisher says, that he and his team sought to answer in the American edition of The Lobby: "whether the Israeli government was funding or involved in lobbying efforts in the US under the guise of a domestic lobbying group". Swisher says that several "leaders of Jewish American organisations" met with Qatar's registered agent and lobbyist, Nick Muzin – a former aide to US Senator Ted Cruz, who supported American recognition of Jerusalem as Israel's capital – "to see if he could use his ties with the Qataris to stop the airing". Since October, Swisher says, "we've faced a series of unexplained delays on broadcasting our project, the likes of which I've never experienced. I was repeatedly told by everyone to 'wait', and was assured our documentary would eventually see the light of day. Then, as now, I took my senior management at its word. To my own specially trained ears, 'wait' did not constitute 'stop'. In fact, it must not constitute 'stop'."

Almost every journalist I've met in the Middle East has encountered similar problems. When I worked for the The Times, I alerted the then editor, Charles Douglas-Home, to evidence that Israeli officers had secretly buried at least seven Palestinian and Lebanese prisoners – done to death in an interrogation centre – at night in a Sidon graveyard in 1983. He wanted me to spend as many weeks as necessary to find out if the story was true. Then, months later, when witnesses emerged with evidence of the burial, including the gravedigger – the bodies still had their hands tied behind their back with nylon rope when they were brought to him – I called my editor. My witnesses were being "visited" by armed members of the Israeli Shin Beth intelligence agency, I told him, and I was being trailed around Sidon by Israeli-registered vehicles. It was time to run the story. To my shock, Douglas-Home – an editor who otherwise loyally stood by me in every Middle East dispute over my work – replied that he wasn't sure "how we're justified in running a story like this so long after the event". In other words, we had to be sure of our facts on such an important story – but by taking the time to do just that, the story was now out of date.

A deputy editor, I was told, had tried to cut the report by two-thirds. He was overruled. Then the story ran. In full. So, old story, new story. I've appeared many times on Al Jazeera. And never been told to mince my words. Nor would I. But a lot of us are waiting to see Swisher's new documentary. If we don't, we'll know what to think of Al Jazeera.

Vol: 27 Regd. No. C.P.L NO.114 No.14

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore